Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.
WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

تذکرہ حضرت
ابوبکر الصدیق

مولانا ڈاکٹر
محمد عاصم اعظمی

پیشکش: تاج الشریعہ فاؤنڈیشن
www.muftiakhtarrazakhan.com
0092 303 2886671 makhtarraza1011



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام ونسب حضرت ابوبکر کا اسم گرامی عبداللہ تھا بعض مورخین نے لکھا ہے والدین نے آپ کا نام عبدالکعبہ رکھا تھا۔ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔

(استیعاب ج ۳ ص ۹۶۳)

آپ کی کنیت ابوبکر لقب عتیق اور صدیق تھا۔

لقب عتیق کے بارے میں ارباب سیر کی روایتیں مختلف ہیں۔

بعضوں کے نزدیک حسن صورت اور نسب میں بے عیب ہونے کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کے مطابق یہ لقب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے وہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا ھٰذا عتیق اللہ من النار" اللہ کا یہ بندہ آگ سے آزاد شدہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ صحن خانہ میں تشریف فرما تھے ابوبکر تشریف لائے تو آنحضور نے فرمایا "من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار" فلینظر الی ھٰذا۔ جو شخص چاہتا ہے آگ سے آزاد شدہ شخص کو دیکھے تو وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔ (استیعاب ج ۳ ص ۹۶۴)

لقب صدیق کی وجہ یہ ہے کہ شب معراج کی صبح رسول اکرم نے واقعۂ

معراج بیان فرمایا تو مشرکین مکہ ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہا تمہیں اپنے ساتھی کی خبر ہے وہ کہتے ہیں آج رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی؟
ابوبکر نے پوچھا کیا واقعی ایسا فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے بلا تامل کہا اگر وہ ایسا فرماتے ہیں تو سچ ہے پھر آپ بارگاہِ رسالت میں آئے واقعۂ معراج سنتے جاتے اور کہتے جاتے ہیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سرورِ دو جہاں نے فرمایا ابوبکر تم صدیق ہو۔
حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔
قیل لہ الصدیق لتصدیقہ لہ فی خبر الاسراء ۰ آپ کو صدیق اس لئے کہا گیا کہ آپ نے واقعۂ معراج کی تصدیق کی (استیعاب ج ۲ ص ۹۶۶) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عہدِ جاہلیت ہی میں آپ کو صدیق کہا جاتا تھا۔

خاندان اور والدین

عہدِ جاہلی میں مکہ کے اندر بسنے والے ہر معزز قبیلہ کو کوئی نہ کوئی منصب ضرور دیا جاتا تھا۔ بنو عبد مناف کے سپرد حاجیوں کے لئے پانی فراہم کرنا اور ان کو آسانیاں پہونچانا تھا۔ بنو عبداللہ کے ذمہ جنگ کے وقت علمبرداری، کعبہ کی دربانی اور دار الندوہ کا انتظام تھا۔ لشکر کی سپہ سالاری بنو مخزوم کے حصہ میں تھی۔ خوں بہا اور دیت مقرر کرنا اور اسے اکٹھا کرنا بنو تیم کا کام تھا۔ عہدِ شباب میں یہ خاندانی منصب حضرتِ ابوبکر صدیق کو وراثۃً سپرد ہوا۔
حضرتِ ابوبکر کے والد ابو قحافہ عثمان بن عامر تھے جو مکہ کے معززین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی ابتدا میں اسلام کو بازیچۂ اطفال سمجھتے تھے مگر فتح مکہ کے بعد دین حق کی صداقت واضح ہوئی اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت بصارت رخصت ہو چکی تھی سر کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے مکہ ہی میں قیام رہا حضرت ابوبکر کی وفات کے چھ

ماہ بعد محرم ۱۴ھ میں ۹۷ سال کی عمر پاکر وفات پائی۔
حضرت ابوبکر کی والدہ کا اسم گرامی سلمیٰ بنت صخر اور کنیت ام الخیر ہے یہ آغازِ اسلام ہی میں دار ارقم میں اسلام لائیں وفات عہدِ صدیقی میں ہوئی۔
اصحاب رسول میں حضرت صدیقِ اکبر اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب تھے کہ آپ کے والدین بھی دولتِ اسلام سے مالا مال اور زمرہ اصحاب رسول میں شامل تھے۔

قبلِ اسلام

آپ کا خانوادہ مکہ کے ممتاز خانوادوں میں تھا قصاص و دیت کے فیصلے اور تاوان کی رقم کا جمع کرنا عہد جاہلیت میں آپ کے خاندان سے متعلق تھا آپ کی فراست ودانائی اور امانت ودیانت کی وجہ سے یہ منصب آپ کو دیا گیا آپ پر لوگوں کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ اگر ابوبکر صدیق کسی کے ذمہ تاوان کا فیصلہ کرتے تو قریش آپ کا ساتھ دیتے اور اس فیصلہ کے نفاذ میں کوشش کرتے اگر کوئی اور شخص تاوان کا فیصلہ سناتا تو قریش اسے تسلیم نہ کرتے اور اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیتے۔
عام طور پر اہلِ مکہ کا پیشہ تجارت تھا چنانچہ آپ نے بھی یہی آزادانہ شریف پیشہ کسبِ معاش کے لئے اختیار کیا۔ دیانت اور شعور نے جلد ہی ممتاز تاجر بنادیا وہ بڑے پیمانے پر کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور اس سلسلہ میں شام ویمن کے متعدد سفر کئے۔ جب اسلام قبول کیا تو چالیس ہزار درہم آپ کے پاس تھے جنہیں اسلام کی نصرت و حمایت میں خرچ کر ڈالا۔
مکہ کے مشرکانہ ماحول میں پرورش پانے کے باوجود عقل کی پختگی اور سلیم الطبعی کی وجہ سے مشرکانہ طرزِ معاشرت اور باطل عبادات ورسومات کے جراثیم قلب ودماغ کو متاثر نہ کرسکے۔ بت پرستی اور بے ہودہ مراسم سے

سے کبھی دامن آلودہ نہ ہوا۔ ان کا بیان ہے۔

"میں کبھی کسی بت کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوا۔ جب میں سن بلوغ کو پہونچا تو ابو قحافہ مجھے پکڑ کر اندر اس کوٹھری میں لے گئے جہاں بت رکھے ہوئے تھے وہ مجھ سے کہنے لگے یہ تمہارے عالی مرتبہ اور جلیل القدر معبود ہیں وہ اتنا کہہ کر مجھ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے میں نے ایک بت کے قریب جا کر کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ مجھے کھانا کھلاؤ اس نے کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا میں برہنہ ہوں مجھے کپڑا پہناؤ اس نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اس پر پتھر پھینکا وہ اوندھا گر گیا۔" (حیات ابوبکر صدیق ص۵۹)

شراب نوشی عرب کے معاشرہ میں کوئی بری چیز نہ تھی۔ سرور و بے خودی کے لئے ہر فرد اس کو پانی کی طرح پیتا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر نے اس دشمن ہوش و خرد کو کبھی ہاتھ نہ لگایا اس کی قباحت سے تنفّر کا واقعہ حضرتِ عائشہ صدیقہ اس طرح بیان فرماتی ہیں۔

"حضرت ابوبکر کا گزر ایک مدہوش آدمی کے پاس سے ہوا جو غلاظت میں اپنا ہاتھ ڈالتا پھر اسے منھ کے قریب لے جاتا اور بو آتی تو رک جاتا یہ دیکھ کر ابوبکر نے اپنے اوپر شراب حرام کر لی۔ لقد حرم ابوبکر الخمر علٰے نفسہ فی الجاھلیۃ"

(تاریخ السیوطی بحوالہ حیات ابوبکر ص۵۷)

صدیق اکبر ابتداہی سے مکارم اخلاق کے جامع تھے وہ مشرکانہ ماحول اور جاہلی رسم ورواج کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور سوسائٹی کے مفسد عناصر سے راہ و رسم نہ رکھتے تھے۔ ان کا مکان بنی جمح کے محلہ میں تھا جہاں مکہ کے ممتاز تاجر سکونت گزیں تھے وہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا بھی مکان تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کے بعد حضرت خدیجہ

کے گھر منتقل ہو گئے اسی دوران حضرت ابوبکر کے دوستانہ تعلقات رسولِ گرامی کے ساتھ بڑھے۔ ہم عمری، پیشہ میں اشتراک، طبیعتوں میں یک جہتی قریش کے فاسد عقائد و اعمال سے نفرت، بُری عادتوں سے اجتناب، ان تمام باتوں نے مخلصانہ دوستی کے رشتہ کو مستحکم بنا دیا۔

قبولِ اسلام

صدیق اکبر صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے زید بن عمرو بن نفیل پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ امیہ بن ابی صلت پاس سے گزرا اس نے کہا خیر کے متلاشی تم کیسے ہو؟ زید نے کہا بخیر ہوں۔ امیہ نے پوچھا پالیا تم نے؟ زید نے کہا نہیں امیہ نے اس مفہوم پر مشتمل ایک شعر پڑھا "قیامت کے دن سارے دین مٹ جائیں گے اور باقی صرف وہ دینِ حنیف رہ جائے گا جس کا فیصلہ اللہ نے فرمایا ہے"۔ امیہ نے کہا سن لو جس کا انتظار ہے وہ ہم سے ہوگا یا تم میں سے یا پھر اہل فلسطین میں سے۔ اس سے قبل ابوبکر نے نہیں سنا تھا کہ کوئی نبی مبعوث ہوگا یا اس کا انتظار ہے یہ بات سُن کر صدیق اکبر ورقہ بن نوفل کے پاس گئے جو کُتب سماوی کے زبردست عالم تھے۔ امیہ کی باتیں ان سے بیان کیں۔ ورقہ نے کہا ہاں بھتیجے ایک نبی کا انتظار تو ہے اہل کتاب اور علماء کو اصرار ہے کہ یہ شخص عرب کی بہترین نسل میں سے ہوگا۔ علم الانساب کی رو سے تمہاری قوم عرب میں سب سے بہتر ہے۔

ابوبکر محو خواب تھے مگر بختِ فرخندہ بیدار تھا وہ کہتے ہیں میں نے خواب میں ایک نورِ عظیم دیکھا جو آسمان سے مکہ معظمہ کی چھت پر نازل ہوا اور مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جو اس نور سے منوّر نہ ہوا ہو ہر گھر کے انوار یک جا ہو کر ایک ہی نور بن گئے یہ نور سب سے پہلے میرے گھر آیا اور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ صبح کے وقت میں نے اپنا خواب ایک یہودی اسقف کو سنایا اور تعبیر دریافت کی اس نے

کہا اس خواب کا مجھے علم و اعتبار نہیں چند روز بعد میں بغرضِ تجارت حورا کے کلیسا میں بحیرہ راہب کے مسکن میں پہونچا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ بحیرہ نے چند سوالات قبیلہ، وطن، پیشہ کے بارے میں کئے جواب میں میں نے کہا۔ میں قریشی ہوں۔ مکہ کا رہنے والا ہوں تجارت پیشہ ہوں بحیرہ نے کہا اگر اللہ نے تجھے سچا خواب دکھایا ہے تو بات یوں ہو گی کہ تمہارے قبیلے سے ایک نبی مبعوث ہوگا اس کی زندگی میں تم اس کے وزیر اور اس کی موت کے بعد تم اس کے خلیفہ ہو گے"

(شواہد النبوۃ صفحہ ۲۵۸ حیات ابوبکر صدیق ص ۶۲)

سفر سے واپسی کے بعد عمائدین قریش ملنے آئے تو آپ نے پوچھا کوئی نئی بات؟ لوگوں نے کہا نئی بات یہ ہے کہ ابو طالب کا یتیم بھتیجہ نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے ایک معبود کی عبادت کی دعوت دیتا ہے لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابوبکر صدیق کاشانۂ رسالت پہ حاضر ہوئے اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک خدا کی طرف بلاتے ہیں اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں؟ نبی اکرم نے فرمایا ہاں اے ابوبکر میرے پروردگار نے مجھے اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ میں بھلے کاموں پر لوگوں کو بشارت دوں اور ان کو برے کاموں سے چوکنا کر دوں۔

ابوبکر مکّہ کے ان عقلمند انسانوں میں سے تھے جو ایک طرف بتوں کی عبادت کو حماقت سے تعبیر کرتے اور دوسری طرف دل وجان سے رسول اللہ کی صداقت، امانت، نیکی، پاک بازی کے قائل تھے، جب انہوں نے رسول اللہ کی باتیں سنیں تو کسی شک و شبہ کے بغیر آپ پر ایمان لائے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا میں نے جس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی وہ میرے کلام کو پلٹتا اور حجتیں کرتا

رہا مگر ابن ابی قحافہ کو جب اسلام کی دعوت دی تو اس نے فورًا قبول کر لیا اور اس پر مستقل رہا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۵)

حضرت ابو بکر کا آئینۂ دل پہلے ہی سے صاف تھا آفتاب رسالت کی شعاعیں اس پر مرتسم ہو گئیں اور پھر وہ اسلام کے مبلغ بن گئے چنانچہ مکہ کے پُر آشوب ماحول میں حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ آپ ہی کی دعوت پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

سب سے پہلے دولتِ اسلام سے مشرف ہونے والا خوش نصیب انسان کون ہے اس باب میں ارباب سیر نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں۔ بعض روایتیں حضرت ابو بکر کا مسلم اول ہونا بتاتی ہیں اور بعض سے حضرتِ علی کی اولیتِ اسلام ثابت ہوتی ہے۔ محدثین نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر۔ عورتوں میں حضرت خدیجہ۔ بچوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اسلام قبول کرتے ہی جو آپ نے عظیم جراءت دکھائی اس کی مثال ناممکن ہے۔ وہ نہ صرف دل وجان سے توحید و رسالت پر ایمان لائے بلکہ اعلانیہ ان باتوں کی تبلیغ بھی شروع کر دی اور آئندہ آنے والے خطرات کا مطلق خیال نہ کیا اس مستحسن اور جراءت مندانہ اقدام کا منفی اثر ان کی تجارت اور ان کی سماجی حیثیت و شخصیت پر پڑا جو انہیں قبلِ اسلام حاصل تھی۔ مگر صدیق اکبر نے ان باتوں کی مطلق پرواہ نہ کی۔

قبلِ ہجرت مکہ کی زندگی

حضرت ابو بکر نے ابتدائے بعثت ہی میں پیغامِ حق کو سینے سے لگایا تھا وہ تیرہ سال کی مکی زندگی میں رسولِ گرامی کے ساتھ رہے یہ پوری مدت مسلمانوں

کے لئے ابتلاء و آزمائش سے بھری تھی ہر دن نت نئی مصیبتیں، قدم قدم پر مصائب و آلام کا سامنا تھا ایسے نازک حالات میں صدیقِ اکبر نے رفاقتِ رسول کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

آغاز اسلام میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے اکثر افراد پست درجہ لوگ لونڈی اور غلام تھے جن پر ان کے مشرک آقا سختیاں کرتے قبولِ حق کے جرم میں عبرتناک سزائیں دیتے دینِ حق سے پھیرنے کی ہر ممکن پُر تشدد تدبیریں اختیار کرتے ان مظلوموں کو ناقابلِ برداشت مظالم سے نجات دلانے کے لئے صدیق اکبر نے بہت سے لونڈی غلام ان کے ظالم آقاؤں سے خرید کر آزاد کر دیئے۔ حضرت بلال، عامر فہیرہ، نذیرہ، نہدیہ، جاریہ، بنی مؤل، بنتِ نہدیہ وغیرہ صدیقی جود و سخا کی بدولت آزاد ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار مکہ نے بارہا دستِ ظلم و تعدی دراز کئے۔ ان نازک موقعوں پر صدیق اکبر نے کفار کو ان کی نازیبا جسارتوں سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ ایک مرتبہ آں حضور نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن معیط نے چادر کا پھندا گلوئے مبارک میں ڈال دیا اس وقت حضرت ابوبکر پہونچ گئے اور اس کی گردن پکڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم اس کو قتل کرو گے جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا اور کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

(بخاری باب تقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ)

حرم کعبہ میں مشرکین مکہ کی ایک جماعت محوِ گفتگو تھی معبودانِ باطل کے خلاف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کا تذکرہ آیا اسی اثنا میں رسولِ اکرم حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کو دیکھ کر مشرکین مشتعل ہو گئے اور آپ کے پاس آکر پوچھا کیا تم ہمارے معبودوں کے متعلق ایسی ایسی باتیں نہیں کہتے؟ آں حضرت نے فرمایا ہاں کہتا ہوں یہ لوگ حضور پر جھپٹ پڑے

کسی نے حضرتِ ابوبکر سے کہا جاؤ اپنے ساتھی کو بچا لو۔ حضرت ابوبکر فوراً تشریف لائے سرکار کو کفار کے نرغے میں دیکھ کر ان لوگوں سے کہا۔ تم ایک آدمی کو محض اس بنا پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے جب کہ اس بات پر وہ اپنے رب کی جانب سے دلائل بھی لایا ہے" یہ سنتے ہی مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ابوبکر پر جھپٹ پڑے اور انہیں بے دردی سے مارنے لگے سر میں شدید ضرب آئی۔ آپ کی صاحب زادی حضرت اسماء کا بیان ہے کہ اس دن حضرتِ ابوبکر ہمارے پاس اس حال میں لوٹے کہ وہ اپنے بالوں کو جہاں سے بھی چھوتے بال ہاتھ کے ساتھ آجاتے۔ اس حال میں بھی فرماتے اے رب ذوالجلال تو بابرکت ہے۔

(الریاض النظرہ بحوالہ حیات ابوبکر صفحہ ۷)

ایک بار رسول اکرم اور آپ کے اصحاب حرم کعبہ میں موجود تھے حضرت ابوبکر نے دینِ حق کی صداقت کا اعلان فرمایا اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمانے لگے مشرکین نے چاروں طرف سے گھیر لیا نبی اکرم اور مسلمانوں کو اپنے جور و ستم کا نشانہ بنایا عتبہ بن ربیعہ حضرت ابوبکر کے قریب گیا آپ کو اتنا مارا کہ ضربِ شدید سے چہرہ سوج گیا ناک کا پتہ نہ چلتا تھا بے ہوش ہو گئے بنو تیم کے لوگ آئے مشرکوں کو ہٹایا اور ابوبکر کو اٹھا کر گھر لے گئے آپ کی حالت دیکھ کر لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے تھے چنانچہ بنو تیم کے لوگوں نے حرمِ کعبہ میں اعلان کر دیا کہ اگر ابوبکر اس حالت میں مر گئے تو خدا کی قسم ہم بھی عتبہ کو مار ڈالیں گے ..... دن کے آخری حصے میں ہوش آیا تو سب سے پہلے آپ نے حضور کے بارے میں پوچھا بنو تیم کو ناگوار ہوا انھوں نے آپ کی والدہ ام الخیر سے کہا اس کو کچھ کھلاؤ پلاؤ مادرِ مہربان نے تنہائی میں کچھ کھلانے پر اصرار کیا تو آپ نے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام الخیر نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ان کو ام جمیل

بنت خطاب کے پاس دریافتِ حال کے لئے بھیجا ام جمیل آئیں ابو بکر کا حالِ زار دیکھا تو چیخ کر کہا جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہونچائی ہے وہ فاسق ہیں اللہ یقیناً آپ کا بدلہ لے گا۔ جب ام جمیل نے بتایا کہ آں حضور ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں ہیں تو آپ نے عہد کر لیا کہ جب تک رسول اکرم کو نہ دیکھ لوں کچھ بھی نہ کھاؤں گا رات کی تاریکی چھا گئی تو ام الخیر اور ام جمیل کے سہارے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے آپ کی حالت دیکھ کر رسول اکرم پر رقت طاری ہو گئی۔ اسی دن ام الخیر اور حضرت حمزہ نے اسلام قبول کیا۔

(الریاض النظرہ فی مناقب العشرہ ج ا صفہ ۴۶)

ارادۂ ہجرت حبشہ

جب اہلِ حق پر کفار کے مظالم کی رفتار تیز ہو گئی اور مسلمانوں کے لئے مکہ کی سرزمین تنگ ہو گئی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہجرت حبشہ کا حکم دیا حضرت ابو بکر نے بھی حبش کی ہجرت کا ارادہ کیا برک الغماد پہونچے تو قبیلۂ قارہ کے سردار ابنِ دغنہ سے ملاقات ہوئی اس نے منزلِ سفر دریافت کی۔ آپ نے فرمایا۔ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اس لئے سیاحت کا ارادہ ہے تاکہ آزادی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابنِ دغنہ نے اپنی امان کا یقین دلایا اور لوٹا کر مکہ لایا مشرکین سے کہا۔

"آج سے ابو بکر میری امان میں ہیں۔ ایک ایسے شخص پر مکہ کی سرزمین کو تنگ نہیں کرنا چاہیئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے۔ مہمان نواز ہے۔ مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے"

قریش نے اس شرط پر امان منظور کی کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے گھر میں نماز پڑھیں تلاوت کریں مگر باہر نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ابنِ دغنہ نے شرط منظور کر لی اور حضرت ابو بکر سے

ساری باتیں کہہ دیں۔ مگر ایمان وعمل کا بے کراں جذبہ کفار کے خوف سے حصارِ خانہ میں مقید کب رہ سکتا تھا۔ چند دنوں بعد حضرت ابوبکر نے اپنے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے مشرکین کے لڑکے اور ان کی عورتیں اس طرف سے گزرتے ان کی رقت انگیز تلاوت سے متاثر ہوتے اور ان میں سے بعض ایمان بھی لائے۔

یہ حال دیکھ کر مشرکین کو تشویش ہوئی وہ ابنِ دغنہ کے پاس شکایت لے گئے وہ آپ کے پاس آیا اور شکایت کا ذکر کیا شرط یاد دلائی۔ مردِ حق نے فرمایا تم اپنی امان اٹھالو میں خدا کی امان میں ہوں۔ ابنِ دغنہ امان سے بری الذمہ ہو گیا مگر آپ بلا خوف وخطر نمازیں ادا کرتے رہے۔

ہجرتِ مدینہ

جبر و تشدد کے ماحول میں بھی اہلِ اسلام کی افرادی قوت بڑھتی رہی۔ ہر نوع کے مظالم کا نشانہ بننے والے مسلمان غیر متزلزل چٹان کی طرح دینِ حق پر قائم رہے۔ اسلام مکہ کے حدود سے بڑھ کر دوسرے علاقوں میں بھی پھیلنے لگا تو مشرکین کی آتشِ عداوت تیز ہو گئی انہوں نے اسلام کو ختم کرنے کے لئے آخری فیصلہ لینا چاہا۔ اکابرینِ قریش دار الندوہ قصیٔ بن کلاب کے مکان میں جمع ہوئے۔ اسلام کے خلاف تیرہ سالہ جدوجہدِ انسداد کی ناکامی ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ آخری تدبیرِ ظلم وشقاوت کے لئے مشورے ہونے لگے۔ آخر میں ابوجہل نے یہ رائے دی۔

> تم ہر قبیلے میں سے ایک ایک نہایت دلیر نجیب اور شریف
> جواں مرد کا انتخاب کرلو پھر ان جواں مردوں میں سے ہر ایک
> کو ہم ایک شمشیر براں دے دیں یہ جماعت اس کے پاس جائے
> اور سب مل کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیں اس طرح
> ہم کو ہمیشہ کے لئے اس کی طرف سے چین نصیب ہوجائے گا اور

چوں کہ ایک جماعت بیک وقت اسے قتل کرے گی اس لئے اس کا قصاص تمام قبائل کے ذمّہ ہوگا کسی ایک کے ذمّہ نہ رہے گا اور بنو عبدِ مناف میں پھر یہ قدرت نہ ہوگی کہ اس کے لئے سب قبیلوں سے لڑیں لا محالہ دیت قبول کرنے پر مجبور ہوں گے ہم خوشی سے اس کا خوں بہا سب کی طرف سے ادا کر دیں گے۔

(طبری ج ۲ ص ۹۹ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۰)

سب نے اس تجویز پر اتفاق کر لیا۔ رات کی تاریکی میں فیصلے کو عملی شکل دینے کی خفیہ تیاریاں ہونے لگیں۔ رسول اکرم کو بذریعۂ وحی کفار کے ناپاک ارادوں کی خبر دی گئی۔ اور بارگاہِ الٰہی سے آپ کو ہجرت مدینہ کا حکم ملا آں حضور حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لے گئے۔ فرمایا مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے ابوبکر نے دریافت کیا میں بھی ساتھ چلوں گا؟ ارشاد ہوا۔ ہاں حضرت ابوبکر چار ماہ قبل ہی عام مسلمانوں کی طرح مدینہ کا قصد کر چکے تھے مگر ہم رکابیٔ رسول کی سعادت ان کا مقدر بن چکی تھی اس لئے آں حضور نے انہیں روک لیا تھا۔ کاشانۂ صدیقی میں سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور اونٹنیاں پہلے ہی سے سفر کے لئے تیار کی جا چکی تھیں۔

رات کی تاریکی میں مشرکین کا ایک دستہ شمشیر بکف کاشانۂ نبوت پر پہونچا سرکار برآمد ہوئے مشرکین کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے اس طرح نکل آئے کہ نوجوانانِ مکہ آں حضور کو دیکھ نہ سکے۔ ابوبکر صدیق منتظر تھے۔ سامانِ سفر تیار تھا۔ یہ دونوں مقدس مہاجر مکہ پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے عازمِ سفر ہوئے۔

مکہ سے تین ۳ میل کے فاصلے پر کوہِ ثور کے ایک غار کو سفر کی پہلی منزل بننے کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت ابوبکر نے غار میں داخل ہو کر اسے صاف کیا تمام سوراخ بند کر دئے پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور

رفیقِ سفر کے زانو پر سرِ مبارک رکھ کر محوِ خواب ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک زہریلے سانپ نے ایک کھلے ہوئے سوراخ سے زیارتِ رسول کے لئے سر نکالا۔ جاں نثارِ رسالت نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر سوراخ کے دہانے پر پاؤں رکھ دیا سانپ نے کاٹ لیا زہر جسم میں سرایت کرنے لگا اذیت کے سبب آنکھیں اشک بار ہو گئیں مگر خوابِ راحت میں خلل کے اندیشے سے اپنے جسم کو ذرا بھی حرکت نہ دی اتفاقاً ایک قطرۂ اشک ڈھلک کر آں حضور کے چہرۂ انور پر گرا جس سے آپ بیدار ہو گئے اور مخلص جاں نثار کو بے قرار دیکھ کر فرمایا۔ ابوبکر کیا بات ہے؟ عرض کی سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ سرکار نے زخم پر لعاب دہن لگایا اور فوراً زہر کا اثر جاتا رہا۔ (زرقانی ج ۱ صـ ۳۳۹)

حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ تم دن کے وقت لوگوں کی باتیں سنو کہ وہ ہمارے بارے میں کیا کہتے ہیں اور رات کے وقت ان سے ہمیں مطلع کرو۔ عامر بن فہر کو حکم دیا کہ دن میں بکریاں چراؤ اور رات کے وقت ریوڑ غار کے پاس لاؤ جس سے تازہ دودھ مل جائے۔ اپنی بیٹی اسماء کو کھانا لانے پر متعین کر دیا تھا۔ غارِ ثور میں تین شبانہ روز قیام کے دوران بڑی خاموشی کے ساتھ یہ تینوں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

(ابن ہشام ج ۱ صـ ۱۷۲)

ادھر کفار مکہ میں سخت اضطراب کا عالم تھا انہوں نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی تلاش میں چاروں طرف سوار دوڑائے ایک بار چند آدمی غار کے دہانے تک پہونچ گئے ان کی آہٹ سے حضرت ابوبکر مضطرب ہوئے عرض کیا حضور اگر یہ لوگ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہم ان کو نظر آجائیں گے سرکار نے فرمایا۔ مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ

بااثنین اللہ ثالثہما۔ اے ابوبکر ان دونوں کے بارے میں تمہارا گمان کیا ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہے۔ (بخاری جلد ا صـ ۵۱۶)

چوتھے دن عبداللہ بن اریقط کی رہنمائی میں یہ مختصر سا قافلہ مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ ادھر کفار مکہ تلاش بسیار کے باوجود اپنی ناکامی پر آتش زیر پا تھے ان کا غصہ انتہا کو پہونچ چکا تھا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد رسول اللہ کو گرفتار کر لائے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دئے جائیں گے مکہ کے ایک شخص نے خبر دی کہ میں نے تین سواروں کو جاتے دیکھا ہے۔ اس اطلاع پر سراقہ بن مالک بن جعشم انعام کی حرص میں سواروں کی تلاش میں نکل پڑے۔ راہ میں گھوڑا ٹھوکریں کھاتا رہا مگر وہ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ آں حضور نظر آئے قریب تھا کہ وہ آں حضور کو پالیں حضرت ابوبکر رو پڑے سرکار نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ ابوبکر نے جواب دیا یا رسول اللہ میں اپنے لئے نہیں بلکہ آپ کے لئے روتا ہوں رسول اکرم نے دعا کی اَللّٰھُمَّ اَکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ ہ اے اللہ جس ذریعہ تو چاہے ہمیں اس سے بچالے۔ دعا کے اثر سے سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا وہ چھلانگ لگا کر اتر پڑے اور بڑی لجاجت سے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ سے دعا کرو وہ مجھ کو اس سے نجات دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ میرے پیچھے تمہاری تلاش میں آرہے ہیں میں انہیں آنے نہ دوں گا آپ نے دعا کی گھوڑا زمین سے اوپر آیا اور سراقہ نے مکہ کی راہ لی اور کسی کو کچھ نہ بتایا یہ مقدس قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا ۱۲ ربیع الاول ۱ھ کے دن مدینہ کے قریب پہونچا۔ انصار مدینہ نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ سرکار نے چند روز قبا میں قیام کیا پھر مدینہ تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر اقامت گزیں ہوئے حضرت ابوبکر خارجہ بن زید بن ابو زہیر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے خارجہ کا تعلق قبیلۂ خزرج کی شاخ بنو حارث سے تھا

آپ نواح مدینہ میں مقامِ سُنح میں رہتے تھے جب مہاجرین و انصار کے مابین مواخات کا سلسلہ شروع ہوا تو آں حضور نے آپ کی مواخات خارجہ بن زید کے ساتھ کرائی جو بڑے معزز آدمی تھے۔

یہ وہ ہجرت ہے جس سے ایک عظیم تاریخ کا آغاز ہوا۔ یہاں سے اسلام کی ترقی و عروج کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس کے خوش گوار اثرات انسانی تاریخ و ثقافت، تہذیب و تمدن پر مرتب ہوئے۔ مہاجرین جنہوں نے اپنے عزیز وطن، خویش و اقارب، املاک و جائداد چھوڑ کر اللہ کی راہ میں غریب الوطنی کو ترجیح دی وہ سب سے افضل مسلمان تھے۔ اللہ کے رسول کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی دنیا ان کی نگاہ میں پرِ کاہ سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی یہ ہجرت ذلت و نکبت سے عزت و قوت کی طرف تھی پوری آزادی کے ساتھ شعائرِ اسلام کے قیام کے لئے ایک مضبوط و مستحکم مرکز کی طرف تھی تاکہ اس مرکز سے دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ پوری آزادی کے ساتھ انجام دیا جا سکے اور اسلام کے نظامِ حیات کی عملی تعبیریں دنیا کے سامنے پیش کی جا سکیں۔

اب مدینہ اسلام کا مرکز بن چکا تھا۔ اہلِ مدینہ جوق در جوق اسلام کے دائرہ میں داخل ہو رہے تھے۔ مہاجرین کی بڑی جماعت مدینہ پہونچ چکی تھی۔ اب مسجد کی تعمیر ناگزیر تھی آنحضور نے تعمیر مسجد کا ارادہ ظاہر فرمایا دو یتیم بچوں کی افتادہ زمین پسند فرمائی۔ اگرچہ مالکان زمین نے مفت زمین دینے پر رضامندی کا اظہار کیا مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے قیمت ادا کرا دی اس طرح مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے گراں قدر ایثار پیش کیا اور تعمیرِ مسجد میں بھی جدوجہد فرمائی۔

ہجرت کے بعد

ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کو سکون کی فضا میسر آئی عبادتِ الٰہی اور تبلیغِ حق کے لئے ان کو اچھا ماحول ملا۔ شجرِ اسلام تیزی سے برگ و بار لانے لگا اسلام کے نظامِ حیات کی تنظیم شروع ہوئی لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ مگر مکہ کی طرح یہاں بھی اسلام اور پیروانِ اسلام کو متعدد جہتوں سے مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

مدینہ کے یہود جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یہاں کی سیاسی اور سماجی فضا پر چھائے ہوئے تھے مدینہ کا تمدن ان کے شکنجوں میں تھا ہجرت کے بعد ان سے ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے مسلمان اور یہود کو اپنے اپنے مذہب کی اشاعت اور مذہبی تقریبات منانے کی آزادی تھی ابتدا میں یہودِ مدینہ کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی مہاجرین کو اوس و خزرج کے خلاف ابھار کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر لیں گے لیکن چند ہی روز میں انہیں معلوم ہو گیا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں مہاجرین و انصار کے درمیان اتنا گہرا تعلق اور مضبوط رشتہ قائم ہو چکا تھا جو کسی حیلہ و فریب سے توڑا نہیں جا سکتا تھا اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت اور مسلمانوں کے غیر متزلزل اتحاد سے یہود مدینہ کو اپنے متمردانہ اقتدار کی مشین کے کل پرزے ٹوٹتے بکھرتے نظر آنے لگے مسلمانوں کے مقابلے میں پیش آنے والی پسپائی کا تصور ستانے لگا۔ دینِ حق کے سامنے منحرف یہودیت کا چراغ بجھنے لگا اسلام ان کے مذہب، اقتدار، سیاست کے لئے زبردست خطرہ بن چکا تھا اب وہ اس کے انسداد کے لئے کمربستہ ہوئے۔ خفیہ تدبیروں، ناپاک سازشوں، بے بنیاد پروپیگنڈوں سے اسلام کو دبانے کا کام شروع کر دیا۔ صبح و شام

مسلمانوں کو دینِ حق سے برگشتہ کرنے اور اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کو روکنے کی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے وہ اسلام اور قرآن کے سلسلے میں تمسخر و استہزاء کی باتیں کرتے۔

ایک روز چند یہودی اپنے ایک عالم فنحاص کے مکان پر جمع ہوئے حضرت ابوبکر بھی ادھر آنکلے اور دعوتِ اسلام کی غرض سے فنحاص سے مخاطب ہوئے۔ اے فنحاص! اللہ سے ڈرو۔ اسلام قبول کر لو۔ خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اسی کی جانب سے تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں جسے تم توریت میں لکھا ہوا پاتے ہو۔

یہ سن کر فنحاص نے تمسخر آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

اے ابوبکر! خدا کی قسم ہمیں خدا سے کسی چیز کی حاجت نہیں خود اسے ہماری حاجت ہے۔ ہم اس کی طرف نہیں جھکے بلکہ وہ ہماری طرف جھکنے پر مجبور ہے ہم اس کی مدد سے بے پرواہ ہیں لیکن وہ ہماری امداد سے مستغنی نہیں اگر وہ ہماری امداد سے مستغنی ہوتا تو کبھی ہمارے مال ہم سے بطور قرض نہ مانگتا جس طرح تمہارے رسول کا خیال ہے۔

اس جواب سے فنحاص کی مراد یہ آیت کریمہ تھی۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرًا (کون ہے جو اللہ کو قرض دے اس کے بدلے میں اللہ اس کے مال کو کئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا)

ابوبکر نے فنحاص کو اللہ کے قول اور اس کی وحی کا مذاق اڑاتے دیکھا تو وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور فنحاص کو اتنے زور سے ایک تھپڑ مارا کہ اس کے حواس بجا نہ رہے اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ کے دشمن! اگر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو اللہ کی قسم! میں تیری گردن اڑا دیتا۔ (صدیق اکبر ص۱۵۱)

ابوبکر صدیق صد درجہ بردبار تھے مگر قرآن کا تمسخر انہیں کسی حال میں

گوارہ نہ تھا اور یہی غیرتِ ایمانی کا تقاضا تھا۔

غزوۂ بدر اور صدیق اکبر

اہلِ مکہ نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جبر وتشدد کا رویہ اختیار کیا مگر اسلام بڑھتا رہا۔ ناقابلِ برداشت مظالم کی یلغار سے بچنے کے لئے ہجرت کا حکم دیا گیا۔ مدینہ میں مسلمانوں کی پُرسکون زندگی اور اسلام کی روز افزوں اشاعت کفار قریش کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ اب انہوں نے مدینہ پر چڑھائی کر کے اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ دینے کا فیصلہ کرلیا عسکری تنظیم شروع ہوئی متعدد لڑائیاں لڑی گئیں۔

مدینہ میں اسلام کی تنظیم اور اس کے روحانی اور سماجی نظام کی تشکیل کے ساتھ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اندرونی و بیرونی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر مرحلہ میں فکرِ سلیم کے مطابق صحیح مشورے دئے۔ میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دی۔ اور مالی مشکلات کے وقت دادِ سخاوت دی۔

مشرکین مکہ کا ہتھیار بند ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر میدانِ بدر میں جس کے مقابلہ میں ۳۱۳ فرزندانِ توحید کا بے سروسامان دستہ حق و باطل کا پہلا معرکہ دشمن اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے آمادہ ہوا مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت پر رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں فتح ونصرت کے لئے دست بدعا ہوئے اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ (الٰہی! یہ چند نفوس اگر آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری پرستش نہ کرے گا۔

فرطِ بے قراری میں چادر شانۂ اقدس سے گر پڑی شیدائے رسول

ابوبکر جو آپ کی محافظت پر مامور تھے۔ چادر اٹھا کر شانۂ مبارک پر رکھی اور رو کر عرض کیا۔ حضور اب بس کیجیے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ فوراً وحی نازل ہوئی۔

واذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ۔

یاد کرو اس وقت کو جب تم لوگ اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہارا جواب دیا کہ میں تمہاری ایک ہزار معاون فرشتوں سے مدد کروں گا۔

معرکۂ کارزار گرم ہوا حضرت ابوبکر رسولِ اکرم کے پاس موجود رہے جب بھی کافروں کا دستہ ادھر متوجہ ہوتا دادِ شجاعت دے کر انہیں بھگا دیتے۔ آں حضور سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے اور ساتھ ہی مشرکین سے نبرد آزمائی بھی کرتے رہتے۔

خدا نے وعدۂ نصرت پورا فرمایا۔ پیغمبرِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی مالِ غنیمت کے علاوہ ستر قیدی ہاتھ آئے۔ اسیرانِ بدر کے بارے میں حضور نے کبار صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر کا مشورہ تھا کہ سب قتل کر دئے جائیں۔ حضرت ابوبکر نے رائے دی یہ سب اپنے ہی بھائی ہیں اس لئے ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرنا چاہئے اور فدیہ لے کر آزاد کر دینا چاہئے۔

رحمتِ عالم کو صدیق اکبر کی رائے پسند آئی اور فدیہ لے کر اسیرانِ بدر کی رہائی کا فیصلہ فرمایا۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنے والد ابوبکر سے کہا۔ آپ جنگِ بدر میں میری تلوار کی زد پر آگئے تھے باپ کی محبت حائل ہوگئی اور میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا جانِ پدر! اگر تم میری شمشیر کی زد پر آتے تو تمہیں میں ہرگز نہ چھوڑتا۔" یہ حق کی راہ میں حُبِّ قرابت کا ایثار ہے۔ اسلام کے مقابلے میں جو بھی آئے

گردن زدنی ہے. فرض کے معاملے میں نرمی اور درگزر جرم ہے۔ اسلام کی برکتوں سے قلوب پست خواہشات اور گھٹیا رجحانات محبت سے بالاتر ہوگئے۔ ان کے اندر اللہ اور رسول کی محبت کی شمع روشن تھی چنانچہ وہ اللہ ورسول ہی کے لئے کسی سے محبت کرتے اور اسی کے لئے کسی سے نفرت کرتے اس فرض کی راہ میں کتنے صحابہ نے اپنے پدر و فرزند اور خویش و تبار کو اپنے شمشیر و سنان کا نشانہ بنا کر اسلام کو قوت بخشی۔ موقعہ پا کر ابوبکر صدیق بھلا کب باز رہ سکتے تھے۔ یہ غزوہ رمضان ۲ھ میں ہوا۔

جنگِ احد اور صدّیق اکبر

بدر کی شکست نے کفار مکہ کو آتشِ انتقام سے بھر دیا تھا وہ پورے سال مسلمانوں سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرتے رہے اور ۳ھ میں تین ہزار کا لشکر جرار لے کر آندھی طوفان کی طرح پہنچ کر کوہ احد کے دامن میں فروکش ہوگئے رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم سات سو جاں نثاروں کے ساتھ صف آرا ہوئے جنگ کا آغاز ہوا شروع میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مشرکین شکست کھا کر بھاگنے لگے رسول اللہ نے پچاس تیر اندازوں کو ایک پہاڑی پر متعین کر دیا تھا تاکہ کفار پشت سے حملہ نہ کر سکیں لیکن جب ان لوگوں نے کفار کو بھاگتے اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت جمع کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے امیر کی اطاعت سے منحرف ہو کر میدانِ جنگ میں پہونچ گئے خالد بن ولید نے دور سے یہ ماجرا دیکھا تو موقع غنیمت جان کر احد کا چکر لگا کر مسلمانوں کی پشت پر اچانک حملہ کر دیا مسلمان اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا کر منتشر ہو گئے اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی سنگ باری سے زخم آئے قریش نے رسول اللہ کی شہادت کی افواہ گرم کر دی اس خبر

نے مسلمانوں کو حواس باختہ بنا دیا ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں حوصلے پست پڑ گئے اور وہ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے اس نازک وقت میں بعض جاں نثار صحابہ آپ کے چاروں طرف حلقہ بنا کر شمع رسالت کی حفاظت کے لئے چٹان کی طرح جم گئے ان میں ابوبکر بھی شامل تھے بعد میں بکھرے ہوئے مسلمان مجتمع ہو گئے اور ابوسفیان نے اگلے سال جنگ کا اعلان کر کے جنگ ختم کر دی۔

دیگر غزوات اسلام کی حفاظت کے لئے جتنی دفاعی جنگیں لڑی گئیں یا کفار و مشرکین کی فتنہ پردازیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے جتنے اسلامی لشکر اطراف و جوانب میں گئے حضرت ابوبکر صدیق ہر محاذ پر رسول گرامی وقار کے ہم رکاب رہے۔ غزوۂ خندق، غزوۂ بنی مصطلق، صلح حدیبیہ، غزوۂ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، غزوۂ موتہ، غزوۂ ذات السلاسل، غزوۂ تبوک میں شرکت کی۔

۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فوجی دستے بنائے جس میں دوسرا دستہ حضرت ابوبکر کا تھا یہ فوجی دستہ شعبان ۷ھ میں نجد کی جانب بنو فزارہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا اس مہم میں حضرت ابوبکر کامیاب و کامران واپس آئے۔ غزوۂ تبوک میں بڑا اسلامی پرچم حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں تھا جس کا رنگ سیاہ تھا غزوۂ خیبر کے اموالِ غنیمت سے آں حضور نے آپ کو ایک سو وسق دیئے۔

۹ھ میں مدینہ پر قیصر روم کے حملہ کی خبر گرم ہوئی مسلسل لڑائیوں سے مسلمانوں کی مالی حالت کمزور ہو گئی تھی بڑے پیمانے پر جنگی تیاریوں کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی۔ تمام اصحاب رسول نے حصہ لیا حضرت عثمان غنی نے بے اندازہ مال پیش کیا۔ فاروق اعظم نے اپنے سرمایہ کا نصف بارگاہِ رسالت میں

حاضر کیا مگر صدیق اکبر اس شان سے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے کہ گھر کا سارا اثاثہ ساتھ لائے اور رسول گرامی کے قدموں میں ڈال دیا۔ آں حضور نے پوچھا، تم نے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہے۔

(ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ)

امارتِ حج

فتح مکہ کے بعد جب حج کا موقع آیا تو کثرتِ وفود کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مکہ تشریف نہ لے جا سکے چناں چہ ۹ھ میں جب حج کے ایام قریب آئے تو خالص اسلامی طریقے پر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ ابوبکر صدیق کو امیرِ حج بنا کر مکہ مکرمہ کی جانب روانہ کیا اور اس سال حج کے تمام ارکان آپ کی امارت میں ادا کئے گئے اسی سال عام اعلان کر دیا گیا کہ۔

"اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کرے گا اور نہ کوئی برہنہ خانۂ کعبہ کا طواف کرے گا"

یہ امارتِ حج صدیقِ اکبر کے جانشینِ رسول ہونے کا واضح اشارہ دیتی ہے۔

تفویضِ امامت

۱۰ھ میں سرورِ کائنات نے آخری حج ادا فرمایا اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر کو ہم رکابی کا شرف حاصل رہا۔ سرکار نے عرفات میں ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو اسلام کے اخلاقی و روحانی نظام کا عطر تھا۔ آخر میں لوگوں سے دریافت فرمایا۔ کیا میں نے تم تک خدا کے احکام پہونچا دئے ہیں؟ سب نے کہا بے شک۔ اسی دن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے

وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًاؕ   اور پوری کر دی اور تمہارے دین کے
(مائدہ آیت ۲)   اعتبار سے اسلام کو پسند کیا ہے۔

دین کامل ہو چکا تھا۔ فریضۂ رسالت ادا ہو چکا تھا۔ رسولِ اکرم مدینہ تشریف لائے۔ ماہِ صفر کے آخری ایام میں آں حضور کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب مرض نے شدت اختیار کی ضعف بڑھا تو بلال نماز کے لئے عرض کرنے آئے آپ نے فرمایا ابو بکر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے عرض کی۔

"ابو بکر بہت رقیق القلب انسان ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے فرطِ گریہ سے ان کی آواز کسی کو سنائی نہ دے گی اس لئے آپ عمر کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

لیکن سرکار نے کوئی عذر قبول نہ فرمایا اور باصرار حکم دیا کہ ابو بکر ہی سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں حکم کے مطابق ابو بکر نماز پڑھاتے رہے یہ امامت رسول اللہ کی جانشینی کا اولین مظہر ہے۔

دورانِ علالت آں حضور ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

"اللہ نے اپنے بندے کو یہ حق دیا کہ خواہ وہ دنیا کو اختیار کرے خواہ آخرت کو لیکن اس نے آخرت میں اللہ کے قرب کو اختیار کیا۔"

ابو بکر سمجھ گئے کہ رسول اللہ خود اپنا ذکر فرما رہے ہیں زار و قطار رونے لگے یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی اور کہا۔

"یا رسول اللہ! آپ پر ہماری جانیں ہماری اولاد قربان ہو کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہ سکیں گے۔"

رسول اکرم نے یہ سُن کر فرمایا مسجد میں لوگوں کے گھروں کے جس قدر دروازے ہیں ابوبکر کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دئے جائیں پھر ابوبکر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "میں نے اپنے صحابہ میں سے ابوبکر سے افضل کسی کو نہیں پایا اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ابوبکر سے میرا تعلق ہم نشینی، بھائی چارگی اور ایمان کا ہے یہاں تک کہ اللہ ہمیں اپنے پاس اکٹھا کرے"۔

ابوبکر صدیق امامت کرتے رہے، یوم رحلت بوقتِ فجر ذرا افاقہ ہوا تو حجرہ کا پردہ اٹھاکر دیکھا کہ لوگ فجر کی نماز میں مشغول ہیں یہ دیکھ کر مسرت سے تبسم فرمایا۔ لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ابوبکر نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں آپ نے اشارہ سے روکا، اور حجرۂ مبارک کا پردہ گرادیا۔ حضرت ابوبکر حضور کی صحت کے بارے میں مطمئن ہوکر اپنے مکان بمقام "سُنح" چلے گئے

ابوبکر بوقتِ وصالِ نبوی

۱۲ ربیع الاول بروز پیر ۱۱ھ یک بیک حالت غیر ہوگئی ـــ بار بار غشی طاری ہوتی، پھر ہوش آجاتا تھا کبھی چہرہ چادر سے ڈھک لیتے کبھی چادر ہٹا دیتے اتنے میں ہاتھ اٹھاکر انگلی سے اشارہ کیا " بل الرّفیق الاعلیٰ" یہ کہتے ہوئے روح پاک ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کرگئی وصال کے وقت ابوبکر صدّیق مقام سنح میں تھے خبر پاتے ہی مدینہ آئے اور حجرۂ عائشہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آں حضور ایک منقش یمنی چادر اوڑھے استراحت فرما ہیں رخِ انور سے چادر اٹھائی جھک کر پیشانی کو بوسہ دیا پھر عرض کیا ۔

بابی انت وامی طبت حیا	میرے ماں اور باپ دونوں آپ
ومیتا والذی نفسی بیدہ لا	پر فدا ہوں آپ زندگی میں بھی پاک
لایذیقک اللہ الموتتین ابدا	و صاف رہے اور موت کے بعد
اما الموتۃ التی کتب اللہ	بھی پاک وصاف ہیں جس کے ہاتھ میں
علیک فقد مُتّھا۔	میری جان ہے اس کی قسم اللہ آپ کو

ہر گز دو موتیں نہ دے گا وہ موت جو
اللہ نے آپ کے لئے مقدر کی تھی وہ
تو آپ کو آ ہی گئی۔

حضرت ابو بکر باہر تشریف لائے لوگوں کا بے قرار ہجوم سامنے تھا آقا کی جدائی کے صدمے سے لوگوں کے حواس بجا نہ تھے ہر طرف حزن و ملال کا کرب انگیز ماحول تھا۔ حضرت عمر جیسے قوی دل، عالی حوصلہ انسان جوشِ وارفتگی میں شمشیر برہنہ لئے ہوئے اعلان کر رہے تھے جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزر گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس نازک وقت میں جب کہ شدتِ غم سے لوگوں کے فکر و شعور معطل ہو رہے تھے۔ اور ہر سمت اضطراب کی کیفیت تھی ایسے موقع پر حضرت ابو بکر کی ذات ہی تھی جو اسلام کے لئے سپر بن کر سامنے آئی۔ آپ نے ایک بلیغ اور مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَلَا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ہ	اے لوگو! جو شخص محمد کی پرستش کرتا تھا تو بے شک محمد انتقال کر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے نہیں مرے گا۔

پھر آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ ہ (العمران آیت ۱۴۴)	اور محمد تو (اللہ کے) رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ (کنزالایمان)

حضرت ابوبکر کی زبان سے یہ آیتیں سُن کر لوگوں کے خیالات میں تبدیلی آگئی حیرت ووارفتگی کا عالم جاتا رہا لوگوں کی بے قراری دور ہوگئی آیتِ کریمہ کے حقیقی مفہوم سے لوگ واقف ہوئے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں خدا کی قسم ہمیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت پہلے نازل ہی نہ ہوئی تھی۔

(بخاری باب مرض النبی و وفاتہ)

حضرت ابوبکر کے مؤثر خطبہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اپنے نفس پر کتنا قابو تھا اوران میں مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی کتنی زبردست قوت موجود تھی جان سے بھی زیادہ عزیز ذات کے سانحۂ ارتحال سے آپ پر سراسیمگی طاری نہ ہوئی۔ یہ وقت مسلمانوں کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ ابوبکر نے نہ صرف ایسے سخت وقت میں اپنے اوسان بجا رکھے بلکہ شدّتِ الم سے وارفتہ افراد کو اپنی تقریر سے باہوش بنا دیا بعد میں جب اسلام پر سخت گھڑیاں آئیں تو بے پناہ اولوالعزمی سے کام لے کر تمام خطرات کو دور کر دیا۔

بیعتِ خلافت

ہجرت کے بعد مدینہ کا سارا انتظام رسول اللہ کے ہاتھ میں تھا دائرۂ اسلام جوں جوں وسیع ہوتا گیا حکومت کا دائرہ بھی پھیلتا گیا اور یہ حکومتِ الٰہیہ تقریبًا تمام عرب پر محیط ہوگئی عرب کے لگ بھگ سارے باشندے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ مسلمان نہ ہوئے انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ رسولِ گرامی کی رحلت کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ آپ کے بعد یہ نظامِ حکومت کون سنبھالے گا اور رسول اللہ کی جانشینی کا فخر کسے نصیب ہوگا۔ انصارِ مدینہ اس خلافت کا سب سے زیادہ مستحق اپنے آپ

کو سمجھتے تھے چناں چہ وہ اپنے ایک سردار سعد بن عبادہ کو سقیفہ بنی ساعدہ میں لے آئے اور استحقاقِ خلافت پر گفتگو شروع ہوئی سعد بیمار تھے اس لئے ان کے بیٹے نے ان کی باتیں بآواز بلند لوگوں تک پہونچائیں سعد بن عبادہ نے استحقاقِ خلافت پر یہ تقریر کی۔

اے انصار! تمہیں دینِ برحق کی امداد کرنے کا جو شرف اور اسلام کے اعانت کرنے کی جو فضیلت حاصل ہے وہ عرب کے کسی اور قبیلے کو حاصل نہیں رسول اللہ اپنی قوم کے درمیان تیرہ سال تک مقیم رہے اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے اور بتوں کی پرستش چھوڑ دینے کی تلقین کرتے رہے لیکن سوائے چند لوگوں کے کسی نے آپ کی باتیں قبول نہ کیں۔ مگر وہ لوگ بھی جو آپ پر ایمان لائے رسول اللہ کی مدافعت کرنے، دین کو عزت بخشنے اور خود اپنے آپ کو کفار کے مظالم سے بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اس وقت اللہ نے تمہیں اپنے انعامات کا وارث بنانے، فضیلت عطا کرنے اور بزرگی سے سرفراز کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس نے تمہیں ایمان کی نعمت سے بہرہ ور کرنے، دین کی عظمت قائم کرنے، اپنی جانیں اسلام پر قربان کرنے اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تم رسول اللہ کے دشمنوں پر سب سے زیادہ سخت تھے۔ تمہاری تلواروں نے اسلام کی فتح کے دن کو قریب سے قریب تر کر دیا۔ اور عربوں کو مجبوراً دینِ خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اب رسول اللہ وفات پا چکے ہیں وہ عمر بھر تم سے راضی رہے تم ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ اب تم خلافت اپنے ہاتھ میں لے لو تمہارے سوا خلافت کا کوئی مستحق نہیں۔ (طبری ج۲ صفحہ ۵۶،۵۵)

حاضرین نے سعد کی باتوں کو غور سے سنا اور بیک زبان کہا۔

آپ نے جو کچھ کہا بالکل صحیح کہا ہم آپ کی رائے سے اختلاف نہ کریں گے خلافت کا کام ہم آپ ہی کو سونپتے ہیں کیوں کہ آپ ہی اس کے مستحق صالح اور عبادت گزار بندے ہیں۔ (ایضاً ص۴۵۶)

اسی اثناء میں ایک شخص نے کہا اگر مہاجرین نے ہماری بیعت سے انکار کیا اور کہا کہ۔

ہم مہاجرین ہیں رسول اللہ کے اولین صحابہ میں سے ہیں اور آپ کے اہلِ خاندان ہیں اس لئے ہمیں خلافت کے مستحق ہیں۔ تو کیا ہوگا۔ (ایضاً ص۴۵۶)

طویل خاموشی کے بعد ایک شخص نے کہا۔

اس وقت ہم ان سے کہیں گے اگر ایسا ہے تو ایک امیر تم میں ہوجائے اور ایک امیر ہم میں سے ہم اس کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ (ایضاً ص۴۵۶)

پہلی تجویز قابلِ قبول ہوسکتی تھی مگر عرب قبائل کا انصار کی امارت پر متفق ہونا ممکن نہ تھا دوسری تجویز لایعنی تھی اس پر عمل کرنا اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف تھا۔ ریاستِ اسلامی کے دو امیر بنادئے جاتے تو آنِ واحد میں کتاب ملت کے اوراق پراگندہ ہو جاتے اس لئے گفتگو طول پکڑنے لگی۔

حضرت عمر کو سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع کا علم ہوا تو حضرت ابوبکر اور ابوعبیدہ کو لے کر انصار کے پاس پہنچے ابھی انصار کسی فیصلہ تک نہ پہونچ سکے تھے گفتگو جاری تھی۔ انصار اپنے لئے استحقاقِ خلافت پر زور دے رہے تھے حضرت ابوبکر نے ایک بلیغ تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

عربوں کے لئے اپنے آباء و اجداد کا دین ترک کردینا بڑا دشوار تھا اس کے لئے وہ بالکل آمادہ نہ تھے اللہ نے آپ کی قوم میں

سے مہاجرین اولین میں سے آپ کی تصدیق کرنے، ایمان لانے دل جوئی کرنے اور اپنی قوم کے مظالم کو صبر سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہر شخص ان کا مخالف تھا ان پر مظالم کئے جاتے تھے، بدترین ایذائیں دی جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ مطلق خوف زدہ نہ ہوئے وہ اس سرزمین میں اوّلین اشخاص ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ کے مخلص بندے بننے کی توفیق ملی وہ رسول اللہ کے محب اور رشتہ دار ہیں اس لئے خلافت کے وہی حق دار ہیں۔

اے گروہِ انصار! تم وہ لوگ ہو جن کی فضیلتِ دینی اور سبقتِ اسلام سے انکار نہیں کیا جا سکتا اللہ نے تمہیں اپنے دین اور اپنے رسول کا مددگار بنایا۔ رسولِ خدا نے تمہاری طرف ہجرت کی۔ اور بیشتر صحابہ تمہیں میں سے تھے۔ مہاجرینِ اوّلین کے بعد تمہارا ہی مرتبہ ہے اس لئے ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر۔ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا اور تمہاری شرکت کے بغیر کوئی کام انجام نہ دیا جائے گا۔ (طبری ج۲ صفحہ ۴۵۷)

حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع کے لئے ایک تقریر سوچ رکھی تھی۔ ابوبکر نے سقیفہ میں مجھے تقریر سے روک دیا اور کہا ذرا صبر کرو، پھر آپ نے جو تقریر کی، وہ ایسی تھی کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ اور اس سے زیادہ ابوبکر نے کہہ دیا۔ (طبری صفحہ ۴۵۶ ج۲)

اس تقریر نے لوگوں پر اثر ضرور ڈالا مگر بعض انصار مطمئن نہ ہوئے چنانچہ حباب بن منذر انصاری نے کہا۔

بخیال رفعِ نزاع ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم میں سے ہو۔

حضرت عمر نے اس دو عملی قیادت کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

ایک میان میں دو تلوار جمع نہیں ہو سکتی خدا کی قسم عرب اس بات پر رضامند نہ ہوں گے کہ تمہیں اپنا امیر بنائیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے نہ تھے۔ ہاں اگر امارت ان لوگوں کے ہاتھوں میں آئے جن میں رسول اللہ مبعوث ہوئے تھے تو انہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ (طبری ج۲ ص۲۵۷)

گفتگو طول پکڑ گئی ایک ہنگامہ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ حالات کے بدلتے تیور دیکھ کر حضرت بشیر بن سعد انصاری اٹھے اور فرمایا۔

اے گروہ انصار! اگرچہ جہاد اور دین میں سبقت اختیار کرنے کے معاملے میں تمہیں مہاجرین پر فضیلت حاصل ہے لیکن ہم نے یہ سب کچھ محض رضائے الٰہی، اطاعتِ نبوی اور اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کیا تھا۔ ہماری غرض اس سے فخر و مباہات کا اظہار کرنا نہیں تھا بلکہ دینی خدمات انجام دینا تھا اللہ ہمیں اس کی جزا دے رسول اللہ قریش ہی سے تھے ان کی قوم خلافت کی زیادہ حق دار ہے اللہ نہ کرے کہ ہم اس بارے میں ان سے جھگڑا کریں اس لئے اے انصار! اللہ سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو اور مہاجرین کے ساتھ نزاع نہ کرو۔" (طبری ج۲ ص۲۵۸)

بشیر بن سعد کی تقریر نے مجمع کا رنگ بدل دیا لوگوں کی نگاہوں سے حجابات اٹھ گئے۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ حضرت ابو بکر نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

یہ عمر اور ابو عبیدہ ہیں ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو۔

حضرت عمر نے کہا۔ ابو بکر اپنا ہاتھ بڑھائیے، حضرت ابو بکر نے ہاتھ بڑھایا حضرت عمر نے بیعت کر لی۔ اور فرمایا۔ کیا رسول اللہ نے آپ کو حکم نہ دیا تھا کہ آپ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں اس لئے آپ ہی خلیفۃ اللہ ہیں ہم آپ

کی بیعت اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ کو محبوب تھے۔
(ایضاً ص۸۱)

حضرت ابوعبیدہ نے بھی یہ کہتے ہوئے آپ کی بیعت کرلی۔
آپ مہاجرین میں سب سے برتر ہیں آپ غار میں رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ کی غیر حاضری میں آپ ہی نماز پڑھاتے رہے اس لئے آپ سے زیادہ کون شخص اس بات کا مستحق ہے کہ خلافت کی اہم ذمہ داریاں سپرد کی جائیں۔ (ایضاً ص۸۱)

حضرت عمر اور ابوعبیدہ بن الجراح کی بیعت کے بعد مجمع عام نے حضرت ابوبکر کے ہاتھوں پر خلافت کی بیعت کرلی۔ تفرقہ و انتشار کا عظیم سیلاب تھم گیا۔ امتِ اسلام خانہ جنگی کی تباہ کاریوں سے بال بال بچ گئی۔

سقیفہ بنی ساعدہ سے واپس آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کا مسئلہ باعثِ نزاع بنا ہوا تھا۔ آپ کے جسدِ اطہر کی تدفین میں لوگوں کی رائیں مختلف تھیں۔ اختلاف شدت اختیار کرتا جارہا تھا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔
میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔

ما قبض اللہ نبیا الا فی المواضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔	اللہ کسی نبی کی روح کو اسی مقام پر قبض فرماتا ہے جہاں اسے دفن ہونا محبوب ہوتا ہے۔

اس لئے تم لوگ بھی رسول اکرم کو آپ کی آرام گاہ میں دفن کرو۔
(شمائل ترمذی ص۳)

بیعتِ عام

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فراغت کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی شریف میں بیعتِ عام ہوئی لوگ جوق در جوق مسجد میں آتے اور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی خلافت کا پہلا خطبہ

ارشاد فرمایا جس میں اپنے طرزِ عمل کی وضاحت فرمائی۔ آئندہ کی زندگی اور طریقِ خلافت نے اس خطبہ کی حرف بحرف تصدیق کی۔

ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی الصدق امانة والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتی ازیح علیہ حقہ انشاء اللہ والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اٰخذ الحق منہ۔ انشاء اللہ لا یدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ الا ضربھم اللہ بالذل، ولا تشیع الفاحشة فی قوم الا عمھم اللہ بالبلاء واطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعة لی علیکم قوموا الی صلاتکم یرحمکم اللہ۔

(ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۹)

صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالاں کہ تم لوگوں میں، میں سب سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرو اور اگر بُرائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کرو صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے انشاء اللہ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلادوں انشاء اللہ تمہارا قوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق دلادوں جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اس کو خدا ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے خدا اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو لیکن جب خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت نہیں اچھا اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے۔

خلافت کی ابتداء ۱۳ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۱۰ جون ۶۳۲ء سے ہوئی۔

حضرت علی، زبیر بن العوام، سعد بن عبادہ کی بیعت

جمہور اہلِ اسلام نے صدیق اکبر کی خلافت پر بیعت کر لی۔ لیکن تاریخ کے حوالوں سے کچھ مقتدر ہستیوں کی نشان دہی ہوتی ہے جنہوں نے بیعتِ عام کے دنوں میں بیعت نہیں کی انہیں بعض وجوہ سے بیعت میں توقف تھا یہ لوگ امتِ مسلمہ کے عام افراد نہ تھے بلکہ وہ اسلام میں سبقت، دین کی نصرت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتۂ قرابت کے لحاظ سے بڑے معزز اور غیر معمولی اصحاب تھے۔ بیعت میں ان کی تاخیر و توقف کے اسباب و وجوہ سے متعلق بھانت بھانت کی روایتیں مشتہر ہوئیں اور انہیں تاریخ کے صفحات پر جگہ مل گئی جن کی بنیاد پر امت میں تفرقہ ڈالنے والوں نے عجیب و غریب کہانیاں گڑھ لیں اور موشگافیوں کا بند نہ ہونے والا دروازہ کھول دیا۔ یہاں ان تمام مباحث کو تحریر کرنا چنداں ضروری نہیں بس بیعت میں ان کے توقف کے وجوہ اور ان کے واقعۂ بیعت کا مختصرًا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ان بزرگوں میں سب سے اہم شخصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے آپ حضور کے عم زاد، حضرت فاطمہ کے خاوند، بچوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کا شرفِ عظیم رکھتے تھے۔ آپ نے بیعت میں توقف کیا۔

(۲) حضرت زبیر بن العوام حضور کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب کے بطن سے تھے۔ کم سنی میں اسلام لائے۔ آپ کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے آپ کا لقب حواریٔ رسول تھا۔ آپ حضرت علی کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ بیعت ابوبکر کے دن تلوار نیام سے باہر نکالی اور کہا میں اس وقت تک اس کو میان میں نہ رکھوں گا جب تک علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے گی یہ تلوار محمد بن مسلمہ نے توڑ دی تھی۔ حضرت علی کی بیعت کے بارے میں روایتیں

مختلف ہیں، بعض بیعتِ عام کے چھ ماہ بعد، اور بعض چالیس دن بعد حضرت ابوبکر کی بیعت کر لینے پر دلالت کرتی ہیں۔ اوران روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیعتِ علی کے بعد حضرت زبیر نے بیعت کی. لیکن ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے بیعت عام کے دنوں ہی میں بطیبِ خاطر بیعت کرلی تھی۔ اس کی تائید مندرجہ روایات سے ہوتی ہے۔

روایت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف بھی عمر بن خطاب کے ساتھ تھے۔ اور محمد بن مسلمہ نے زبیر کی تلوار توڑ دی تھی پھر ابوبکر کھڑے ہوئے پھر انہوں نے خطبہ دیا۔ اور معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ اللہ کی قسم! مجھ کو امارت کا لالچ کسی دن یا کسی رات بالکل بھی نہیں تھا اور نہ مجھ کو اس کی کوئی رغبت تھی اور نہ میں نے پوشیدہ طور پر، یا اعلانیہ طور پر اس کا اللہ سے سوال کیا تھا۔ لیکن ہاں میں فتنہ سے ڈرتا تھا۔ اور امارت میں میرے لئے کوئی راحت نہیں ہے بلکہ میرے گلے میں ایک اتنے بڑے کام کا طوق ڈال دیا گیا ہے جس کی بجز توفیقِ الٰہی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ میں چاہتا تھا کہ کوئی مجھ سے زیادہ قوی آدمی آج میری جگہ پر ہوتا۔ ابوبکر نے جو کچھ کہا تھا مہاجرین نے اس کو قبول کرلیا۔ علی رضی اللہ عنہ اور زبیر نے کہا ہم کو صرف اس بات پر غصہ تھا کہ مشورہ کے وقت ہمیں پسِ پشت ڈال دیا گیا ورنہ ہم بے شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امارت کا سب سے زیادہ مستحق ابوبکر ہی کو سمجھتے تھے ــــ وہ صاحبِ غار اور ثانی اثنین ہیں۔ اور ہم ان کے شرف و عظمت کو جانتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم اپنی حیات ہی میں دیا تھا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۶۶)

دوسری روایت حضرت ابوسعید خدری کی یہ ہے۔

جب ابوبکر منبر پر بیٹھ گئے تو انہوں نے لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔ اور جب علی کو نہیں دیکھا تو ان کی نسبت پوچھا۔ اس پر کچھ انصاری کھڑے ہوئے اور جاکر

علی کیسے آئے۔ اب ابوبکر نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد بھی ہیں کیا آپ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرزنش نہ کیجئے اس کے بعد حضرت علی نے ابوبکر سے بیعت کرلی۔ (مستدرک ج ۳ ص ۷۶)

(۳) حضرت سعد ابن عبادہ قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ کبار صحابہ میں تھے غزوات میں انصار کی قیادت کا علم آپ کے ہاتھ ہوا کرتا تھا۔ رحلتِ رسول کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار نے آپ کو امیر مقرر کرنا چاہا وہ خود کو مستحق خلافت تصور کرتے تھے۔ لیکن جب سقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس میں یہ بات واضح ہوگئی کہ "الائمۃ من قریش" امام (حاکم) قریش سے ہوں گے اور مہاجرین و انصار نے خلافتِ صدیقی پر اتفاق کرلیا تو کچھ دنوں بعد سعد بن عبادہ نے بھی بیعت کرلی۔ اور بعض روایات کے مطابق انہوں نے بیعت نہیں کی اور شام چلے گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت نے اسلام کے دینی و دنیاوی امور کی سربراہی کے لئے جس عظیم شخصیت پر اتفاق کیا وہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، فراست و دانش، قوت فیصلہ، اصابتِ رائے، ایثار و اخلاص، کسر نفسی، حلم میں ممتاز اور دین و شریعت کے نفاذ میں خیر خواہِ امت ذات تھی جس نے اپنے زریں عہدِ خلافت میں ثابت کر دیا کہ وہ خلافت کے اہل اور جانشینئ رسول کے مستحق تھے۔

حضرت ابوبکر کی خلافت نص اور انتخابِ امت کے ذریعہ قائم ہوئی حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے۔

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی حضور نے حکم دیا کہ اب جاؤ پھر آنا وہ کہنے لگی کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ نہ ملیں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا پھر ابوبکر کی طرف رجوع کرنا۔ (بخاری)

یہ حدیث حضور کے بعد حضرت ابوبکر کی امامت پر نص ہے۔ اس کے علاوہ کتب حدیث میں دوسری روایتیں بھی آپ کی خلافت پر دال ہیں۔ باصرار حیاتِ مبارکہ میں نماز کا امام بنانا بھی خلافت کا کھلا اشارہ ہے۔

عام مہاجرین وانصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ بیعت میں بعض اشخاص کی تاخیر کے واقعاتِ سیر و تاریخ میں ضرور نظر آتے ہیں۔ مگر آپ نے اوّل روز ہی سے امور خلافت بلا اختلاف و انتشار انجام دینے شروع کر دئے۔ تاریخ کے صفحات پر کوئی ایک روایت بھی موجود نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ کسی نے بھی مسلح بغاوت یا اعلانِ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ پورے عہدِ خلافت میں آپ کے خلاف کوئی سر نہ اٹھا۔ اور نہ جس نے ایک بار ان کی بیعت کرلی، بیعت سے کنارہ کش ہوا۔

عہدِ خلافت

مسند آرائے خلافت ہونے کے بعد حضرت ابوبکر کے لئے شدید ترین دشواریوں کا سامنا تھا۔ جزیرۂ عرب میں اسلام دشمن طاقتیں جنہوں نے مصلحۃً خاموشی اختیار کرلی تھی وفات رسول کے معًا بعد سرکشی کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ منافقین کی شورشیں تیز ہوگئیں مرتدین کا سیلاب اُمنڈ پڑا جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرگرمیاں عام ہونے لگیں۔ قبائل عرب ارتداد کے فتنہ کا شکار بننے لگے قریب تھا کہ فتنوں کی گھٹائیں مدینہ کے افق پر چھا کر اسلام کا خاتمہ کردیں۔ بیرونی طاقتوں کی یلغار کا خطرہ بھی درپیش تھا۔ ان پرُ آشوب حالات میں مسلمانوں کی ذہنی کیفیت کیا تھی علامہ ابن جریر طبری رقم طراز ہیں۔

> اس وقت مسلمانوں کی حالت، رسولِ اکرم کی رحلت دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کی وجہ سے ان بھیڑ بکریوں جیسی ہو گئی تھی جو موسم سرما کی برساتی رات میں حیران ہو گئی ہوں۔
> (طبری ج ۲ صـ ۴۶۲)

حضرت ابوبکر صدیق نے ایک مدبّر فرماں روا کی طرح حالات کے شدید چیلنجوں کو قبول کرکے فراستِ مومن اور قوتِ فیصلہ کی مدد سے ایک سال کے اندر ان سارے فتنوں کا قلع قمع کرکے حالات پر قابو پالیا۔

جیشِ اسامہ کی روانگی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاتِ ظاہری کے آخری ایام میں شامیوں سے جنگ کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا جس میں تقریباً تمام اجلہ صحابہ شریک تھے۔ علمِ قیادت نوعمر حضرت اسامہ بن زید کے ہاتھ میں دیا ابھی یہ لشکر پیش رفت نہ کرسکا تھا کہ سرکار نے پردہ فرمالیا۔

چوں کہ رحلتِ رسول کے معاً بعد فتنوں میں شدت پیدا ہوگئی اور ان سب کا رخ مدینہ کی طرف تھا۔ ان حالات میں عام اصحاب رسول کی رائے تھی کہ لشکر مہم پر روانہ نہ کیا جائے کیوں کہ اٹھنے والے فتنوں کے انسداد کے لئے مجاہدین سے مدینہ کو خالی کرنا مناسب نہ ہوگا۔ لیکن خلیفۂ اول نے فتنوں کے سیلاب کی پرواہ نہ کی اور رسولِ اکرم کی مہم کی تکمیل کو اپنا فرضِ عین تصور کرتے ہوئے فرمایا۔

> "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے (مدینہ خالی ہوجائے) اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اٹھالے جائیں گے۔ تب بھی اسامہ کی مہم کو روانہ کردوں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ اور اگر تمام بستیوں میں میرے سوا اور کوئی نہ رہے تو صرف میں تنہا آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔"
>
> (طبری ج ۲ ص ۴۶۲)

بعض لوگوں نے حضرت اسامہ کے بجائے کسی سن رسیدہ، تجربہ کار شخص کی قیادت کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے
اور میں ان کو برطرف کردوں؟

حضرت ابوبکر نے ان تمام لوگوں کو اسامہ کے ساتھ روانگی کا حکم دیا جن کا انتخاب عہدِ رسالت میں ہو چکا تھا۔ لشکر روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر جناب اسامہ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اسامہ نے کہا۔ آپ سوار ہو جائیں یا میں سواری سے اُتر جاؤں؟ ابوبکر نے دونوں باتوں سے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔

"نہ تم اتر سکتے ہو اور نہ میں سوار ہوں گا میں اس وقت اس لئے پیدل چل رہا ہوں تاکہ اللہ کی راہ میں کچھ دیر پیدل چل کر اپنے قدم خاک آلود کرلوں۔ کیوں کہ مجاہد کے ہر قدم کے عوض میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سات سو درجے بڑھائے جاتے ہیں اور اس کی سات سو خطائیں معاف کی جاتی ہیں"
(البعث ص ۴۶۳)

اثنائے راہ میں اسامہ سے کہا۔ اچھا ہوتا اگر تم عمر بن خطاب کو میرے پاس چھوڑ جاتے۔ حضرت اسامہ نے اجازت دی پھر خلیفۂ اوّل نے ساری فوج سے خطاب فرمایا۔

"ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کردوں، انہیں یاد رکھو۔ خیانت نہ کرنا۔ نفاق نہ برتنا۔ بدعہدی نہ کرنا مثلہ نہ کرنا۔ کبھی چھوٹے بچے پیر مرد اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کسی کھجور کے درخت کو نہ کاٹنا نہ جلانا۔ کسی پھل دار درخت کو قطع نہ کرنا۔ کھانے کے سوائے گائے، بکری، اونٹ کو ذبح نہ کرنا، تمہیں ایسے تارک الدنیا راہب بھی ملیں گے جنہوں نے خانقاہوں کو اپنا مستقر بنا لیا ہے ان سے تعرض نہ کرنا۔ بعض لوگ تمہارے

ٔ کھانوں کے خوان لائیں گے اگر تم اس میں سے کچھ کھانا چاہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ ایسے لوگ تمہیں ملیں گے جن کے سر کی چندیا صاف ہوگی اور اس کے گرد بالوں کی پٹیاں جمی ہوں گی ایسے لوگوں کا سر قلم کر دینا۔ اچھا اب اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اللہ تم کو نیزے کی ضرب اور طاعون سے محفوظ رکھے۔" (ایضاً ص ۴۶۳)

اس لشکر کی روانگی ۱۱ھ میں ہوئی۔

حالاتِ عرب رحلتِ رسول اللہ کے وقت

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ ارتحال کی خبر جزیرہ نمائے عرب میں آتشِ صحرا کی طرح پھیل گئی۔ مدینہ میں تو حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہو رہی تھی۔ دوسری جانب اہلِ عرب مدینہ کی حکومت کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتارنے اور بعض قبائل، اسلام سے آزاد ہونے کے لئے متحرک ہوگئے۔

مدینہ، مکہ، طائف میں آباد قبائل کی طرح مزینہ، غفار، جہینہ، اشجع، اسلم اور خزاعہ اسلام پر بدستور قائم رہے۔ لیکن ان قبائل کے علاوہ تمام عرب میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی وہ لوگ جن کے دل قبائلی عصبیت کے اصنام سے پاک نہیں ہوئے تھے یا وہ لوگ جن کے قلوب میں اسلامی تعلیمات راسخ نہ ہوئی تھیں انہوں نے اعلانیہ ارتداد اختیار کر لیا۔ ایک گروہ اسلام پر قائم رہتے ہوئے بھی مدینہ کے اقتدارِ اعلیٰ کو پسند نہ کرتا تھا ان لوگوں نے زکوٰۃ کو حکومت مدینہ کا عائد کردہ جزیہ سمجھ لیا تھا اور وہ اسے ادا کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے قبائل عبس، ذبیان، کنانہ، غطفان، فزارہ تھے۔ یہ مدینہ کے قریب آباد تھے۔

وہ قبائل عرب جو مدینہ سے دوری پر تھے ان میں بہتوں نے ارتداد

قبول کر لیا تھا اور جھوٹے مدعیان نبوت (جو حشرات الارض کی طرح عرب قبائل میں پیدا ہو گئے تھے) کی پیروی اختیار کر لی تھی۔ ان کذابوں میں (۱) طلیحہ (بنو اسد) (۲) سجاع (بنی تمیم) (۳) مسلیمہ (یمامہ) (۴) ذوالتاج لقیط بن مالک (عمان) (۵) اسود عنسی (یمن) تھے۔

اسبابِ انحراف و بغاوت

قبیلۂ قریش کی امارت کے خلاف عرب کے شہریوں اور بدویوں کا انحراف اور کثیر قبائل کا اسلام سے الگ ہو کر مرتد ہو جانا صرف اس وجہ سے نہ تھا کہ یہ قبائل دار الخلافہ سے دوری پر تھے۔ بلکہ اس کے علاوہ دوسرے عوامل بھی تھے جنہوں نے اس فتنے کی پرورش میں مدد دی۔

فتح مکہ سے قبل اسلام کی تجلیاں مکہ و مدینہ کے درمیان تک محدود تھیں جب مکہ فتح ہو گیا تو عرب کے دور دراز علاقوں میں بسنے والے قبائل اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے وفود جوق در جوق مدینہ آکر اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح اسلام کے روحانی معاشرہ میں ان کو دینی و اخلاقی تربیت کا موقع میسر نہ آیا۔ مکہ و مدینہ اور اطراف و جوانب کے مسلمانوں نے مصائب برداشت کئے آزمائشوں سے دوچار ہوئے ان پر مسلسل جنگیں مسلط کی گئیں رسولِ گرامی کی صحبت کا فیض اٹھانے کا کافی موقع ملا۔ اکابر صحابہ کی معیت نے ان کے دلوں میں اسلام کا نقش بڑا گہرا کر دیا تھا لیکن جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے انہیں صحابیت کا شرفِ عظیم حاصل نہ ہو سکا سابقین اوّلین کی مثالی زندگیوں کا مشاہدہ نہ کر سکے اسلام ان کے دلوں میں راسخ نہ ہو سکا تھا دینِ حق کی روحانی لذت سے آشنا نہ ہو سکے تھے وہ ہوا کے رخ پر بہہ گئے۔

عرب کا جنوبی خطہ ایران سے اور شمالی علاقہ شام سے متصل تھا جو قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے زیرِ اثر تھا۔ یہاں کے سردار بھی رومیوں اور

ایرانیوں کے تابع تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پاتے ہی قیصر و کسریٰ کے کارندوں نے اپنے خصوصی اثر و رسوخ کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے دراندازی شروع کر دی اور قبائل کے با اثر افراد کو اسلام سے منحرف ہو کر نئے فتنوں کا دروازہ کھول لینے پر آمادہ کر دیا اور مدینہ میں مسلسل بغاوتوں کی خبریں موصول ہونے لگیں۔

منکرین زکوٰۃ

مدینہ کے قرب وجوار میں آباد اعرابی قبائل عبس ذبیان، کنانہ، غطفان، فزارہ نے صدیقِ محتلین زکوٰۃ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا جب کہ وہ اسلام کے دوسرے تمام احکام پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔ اس انکار کی خاص وجہ یہ تھی۔ ان قبائل کے اندر شخصی آزادی کا جاہلی تصور پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا اس لئے ہم پر مہاجرین و انصار کے منتخب خلیفہ کی اطاعت لازم نہیں ہمیں بھی اختیار ہے کہ اپنا امیر مقرر کریں اور اسلام پر کاربند رہتے ہوئے اپنے امیر کی پیروی کریں۔

زکوٰۃ کو یہ لوگ جزیہ سمجھتے تھے جو ان پر حکومتِ مدینہ نے عائد کر دیا حالانکہ جزیہ صرف غیر مسلموں پر واجب ہے چونکہ وہ اہلِ مدینہ کی طرح مسلمان ہیں اس لئے ان پر جزیہ لگانا درست نہیں ہے۔ وہ کہتے تھے

رسول اللہ کی زندگی تک زکوٰۃ ادا کرنے میں کوئی حرج نہ تھا اس لئے کہ آپ نبی تھے آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور جو کچھ طلب فرماتے تھے آپ کا حق تھا لیکن جب آں حضور نے پردہ فرما لیا تو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بھی ساقط ہو گیا۔ اب اہل مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ اگر زکوٰۃ فرض بھی ہے تو ہم خود اپنی زکوٰۃ وصول کر کے اس کے مصارف میں صرف کریں گے۔

انکار زکوٰۃ کے محرکات جہاں قبائلی عصبیت اور خود مختاری کے جذبات تھے وہیں دل وجان سے مال و دولت پر فریفتگی تھی اس لئے راہِ خدا میں مال کی قربانی ان پر از حد دشوار ہوگئی ـــــ دونوں قسم کے لوگوں نے اعلان کردیا کہ نہ تو وہ ابوبکر کو اپنا امیر سمجھتے ہیں اور نہ ان کے احکام کی بجا آوری کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

منکرین زکوٰۃ کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ جیشِ اسامہ کی روانگی کے بعد مدینہ فوجی نوجوانوں سے تقریباً خالی ہوچکا تھا۔ یہ موقع غنیمت جان کر انہوں نے فوجی تیاریاں بھی شروع کردیں۔ ان تمام حالات کی خبریں مدینہ پہونچ رہی تھیں۔ عبس و ذبیان کے قبائل (جو مدینہ کے نواح میں آباد تھے) سے جنگ کا مسئلہ بڑا اہم اور پیچیدہ تھا۔ ان سے جنگ چھیڑنا آسان نہ تھا۔ مدینہ فوجی قوت سے خالی تھا عرب کے دور دراز علاقوں میں فتنۂ ارتداد صحرائی آندھی کی طرح چھا چکا تھا مسلمانوں کے لئے دو ہی راستے تھے۔

- منکرین زکوٰۃ کو ادائے زکوٰۃ کے لئے مجبور نہ کیا جائے نرمی سے انہیں ساتھ لے کر مرتدین کے خلاف جنگ کی جائے۔
- منکرین زکوٰۃ سے جنگ کی جائے۔

موخرالذکر راستہ اختیار کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے دشمنوں کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہوجاتی اسلامی لشکر کی غیر موجودگی میں باغی قبائل سے لڑائی چھیڑ دینا بڑا دشوار کام تھا۔

صحابہ کا مشورہ

اس نازک صورتِ حال میں حضرت ابوبکر نے کبار صحابہ کو جمع کرکے منکرینِ زکوٰۃ سے متعلق مشورہ کیا حضرت عمر اور بیشتر مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے لوگوں سے ہرگز جنگ نہ کرنی چاہیئے بلکہ ان کے تعاون سے مرتدین کے خلاف مصروفِ پیکار ہونا چاہیئے کچھ لوگ منکرینِ زکوٰۃ

سے جنگ کے حامی تھے بحث دراز ہو گئی۔ حضرت ابو بکر کو اللہ نے حق پر پختہ کر دیا انہوں نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسّی دینے سے بھی جس کو وہ آں حضرت کے عہد میں ادا کرتے تھے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے میں ان سے قتال کروں گا"

حضرت عمر نے صدیق اکبر سے کہا۔

"آپ ان سے جنگ کیسے کریں گے جب کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا آں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے قائل ہو جائیں پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ اس پر کوئی حق ہو ہاں اس کی نیت کا حساب اللہ اس سے خود لے گا"

حضرت ابو بکر پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا اور انہوں نے فرمایا۔

" واللہ میں اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرے گا کیوں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اگر یہ لوگ مالِ زکوٰۃ میں سے بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں اس پر ان سے جہاد کروں گا"

منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ

باغی قبائل عبس، ذبیان، بنو کنانہ، غطفان اور فزارہ نے پیش رفت کی اور مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ ایک دستہ ربذہ کے قریب مقام ابرق میں خیمہ زن تھا دوسرا ذوالقصہ میں فروکش ہو گیا ان کے وفود مدینہ آکر ناکام واپس گئے اور ساتھ ہی انہیں مسلمانوں کی عسکری کمزوری کا اندازہ بھی ہوا۔ جب وفود واپس چلے گئے تو حضرت ابو بکر نے اہلِ مدینہ کو جمع کر کے فرمایا۔

"تمہارے چاروں طرف دشمن ڈیرے ڈالے پڑا ہے اور اسے

تمہاری کم زوریوں کا علم ہو گیا ہے نہ معلوم دن اور رات کے کس حصے میں وہ تم پر چڑھ آئیں وہ تم سے ایک منزل کے فاصلے پر خیمہ زن ہیں ابھی تک وہ اس امید میں تھے کہ شاید تم ان کی شرائط قبول کر لوگے لیکن اب ہم نے ان کی شرائط ماننے سے انکار کر دیا ہے اس لئے وہ ضرور تم پر حملہ کرنے کی تیاریاں کریں گے تم بھی اپنے آپ کو لڑائی کے لئے تیار رکھو۔"

(صدیق اکبر ص ۱۳۸)

صدیق اکبر نے علی، طلحہ، زبیر، عبداللہ بن مسعود کو ایک ایک دستہ دے کر مدینہ کے بیرونی راستوں پر متعین کر دیا دوسرے تمام لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ تین روز بعد منکرین زکوٰۃ نے مدینہ پر دھاوا بول دیا۔ ان کا ارادہ رات کے وقت شب خوں مارنے کا تھا حضرت ابوبکر کو اطلاع ہوئی تو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آگے بڑھے رات کی تاریکی میں خلافِ توقع مسلمانوں نے جب ان پر حملہ کر دیا تو سراسیمہ ہو کر بھاگے مسلمانوں نے ذی حسی تک تعاقب کیا یہاں باغیوں کی ایک تازہ دم ٹکڑی موجود تھی جس سے ان کو قوت ملی اور انہوں نے مسلمانوں کو جنگی حیلے سے مراجعت پر مجبور کر دیا دشمنوں نے اس مراجعت کو مسلمانوں کی پسپائی اور کم ہمتی پر محمول کیا اور سارے منکرین زکوٰۃ کے عسکری دستوں نے متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کا پلان تیار کر لیا۔ لشکر کا قائد طلیحہ کا بھائی حبال تھا۔ ادھر حضرت ابوبکر نے راتوں رات مسلمانوں کو منظم کر لیا اور وقت ضائع کئے بغیر دشمنوں پر خاموشی کے ساتھ صبح صادق کے وقت حملہ کر دیا دشمن اطمینان کے ساتھ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا مسلمانوں کے لئے بڑا سنہرا موقع تھا انہوں نے اپنی تلواریں دشمنوں کے سینوں میں پیوست کرنی شروع کر دیں۔ یہ لوگ اٹھے اور نیم بیداری کی حالت میں لڑنے لگے

مسلمانوں نے شمشیرِ براں کے خوب جوہر دکھائے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی اس کے بعد منکرینِ زکوٰۃ کا لشکر میدان چھوڑ کر بھاگنے لگا حضرت ابو بکر نے ذوالقصہ تک ان کا تعاقب کیا۔

ظہر کے وقت نعمان بن مُقرِن مالِ غنیمت لے کر چند مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے بنو ذبیان اور بنو عبس نے موقع پر نعمان اوران کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شہید کرکے مالِ غنیمت لوٹ لیا جب ابو بکر صدیق ذوالقصہ سے واپس ہوئے اور انہیں نعمان کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے قسم کھائی کہ جتنے مسلمان شہید ہوئے ہیں اتنے ہی مرتدوں کو قتل کروں گا جب تک دشمن سے انتقام نہ لے لوں گا آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

(ابن خلدون ج ۳ ص ۲۴۲)

یہ پہلی فتح تھی اس کا خوش گوار اثر یہ پڑا کہ مسلمان قبائل کے سردار اپنی اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ آئے۔

ابو بکر نے آغازِ اسلام سے اپنا مقصد اولین یہ قرار دے رکھا تھا کہ وہ ہر کام میں رسول اللہ کی پیروی کریں گے ان کی ساری زندگی اس امر کی شاہد ہے انہوں نے ہر موقع پر اپنے عہد کو پوری طرح نباہا اور راہ کی سخت ترین مشکلات ان کو مقصد سے الگ نہ کر سکیں پھر وہ منکرینِ زکوٰۃ کے معاملہ میں مصلحتِ وقت سے کام لے کر ان سے سمجھوتہ کر کے دین کے ایک بنیادی رکن کو ڈھانے پر رضامند کیسے ہو سکتے تھے حضرت ابو بکر کے اس عظیم کارنامہ کا اعترافِ حضرت ابن مسعود اس طرح فرماتے ہیں۔

" رسول اللہ کی وفات کے بعد ہم اس مقام پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ ابو بکر کے ذریعہ سے ہماری مدد نہ فرماتا تو ہماری ہلاکت یقینی تھی ہم سب مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ ہم زکوٰۃ کے اونٹوں کی خاطر دوسروں سے جنگ نہ کریں گے اور اللہ کی عبادت میں مصروف

ہوجائیں گے یہاں تک کہ ہمیں غلبہ حاصل ہوجائے لیکن ابوبکر نے منکرینِ زکوٰۃ سے لڑنے کا عزم کر لیا انہوں نے منکرین کے سامنے صرف دو باتیں پیش کیں ایک یہ کہ وہ اپنے لئے ذلت وخواری قبول کرلیں اگر یہ منظور نہیں تو جلا وطنی یا جنگ کے لئے تیار ہوجائیں"۔

(صدیق اکبر ص ۱۴۳)

اسامہ کی کامیابی

اسامہ بیس روز کا سفر طے کرنے کے بعد اسلامی لشکر کے ساتھ حدودِ شام میں مقام بلقاء پہونچے بلقاء کے قریب ہی جنگِ موتہ واقع ہوئی تھی اسامہ نے لشکر کو وہیں فروکش کیا اور فوج کے مختلف دستوں کو آبل اور قبائل قضاعہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ان جنگوں میں مسلمانوں کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی بے شمار رومی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت اسامہ نے ان تمام ہدایات پر عمل کیا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں۔ فتح کے فوراً بعد مدینہ لوٹے۔ اس فتح نے جہاں اسلام کی شوکت میں اضافہ کیا وہیں اسامہ کی عزت وتوقیر بھی بڑھادی مہاجرین وانصار انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

اسامہ نے اپنے حملے رومی سرحدوں تک ہی محدود رکھے اندر داخل ہونے کی کوشش نہیں کی اس لئے کہ ان کا مطمحِ نظر صرف عرب کی سرحد کو رومیوں کے حملے سے محفوظ رکھنا تھا تاکہ رومی مدینہ سے جلاوطن یہودیوں کا انتقام لینے کے لئے عرب کی سرحدیں گھس نہ آئیں۔

جب اسامہ اپنے مظفر ومنصور لشکر کو لے کر مدینہ کے قریب پہونچے تو صدیق اکبر نے کبار مہاجرین وانصار کے ہمراہ شہر کے باہر نکل کر اسامہ کا پُرجوش استقبال کیا۔ مدینہ میں ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

دوسری جنگ

جب جیشِ اسامہ مظفر ومنصور واپس آگیا حضرت ابوبکر

نے سیاسی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مغرور منکرینِ زکوٰۃ کی مکمل صفائی کا فیصلہ فرمالیا اور وہ اس معاملہ میں ان کو اتنی مہلت دینا خلافِ مصلحت تصور کرتے تھے کہ وہ از سرِ نو اپنی عسکری قوت منظم کرسکیں آپ نے اسامہ اور ان کے لشکر کو فی الحال آرام کرنے کا حکم دیا اور خود ان لوگوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے جو پہلی جنگ میں ان کے ساتھ تھے۔

لوگوں نے درخواست کی کہ آپ خود کو خطرہ میں نہ ڈالیں خدانخواستہ آپ کو کوئی ضرر پہونچ گیا تو اسلامی سلطنت کا نظام تہ و بالا ہوجائے گا اس لئے کسی اور کو لشکر کا امیر مقرر فرمادیں۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔

"واللہ میں ہرگز پیچھے نہ رہوں گا بلکہ تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری ہمتوں کو بلند رکھوں گا۔"

آپ نے لشکرِ اسلام کے ساتھ ذوالقصہ کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تاکہ غداروں سے مسلمانوں کا انتقام لیں ابوبکر سواری پر سوار ہوئے۔ تلوار میان سے باہر نکالی اور ذوالقصہ کی جانب روانہ ہوئے حضرت علی نے لگام پکڑی اور کہا اے خلیفۂ رسول! آپ کہاں جارہے ہیں۔ میں آپ سے وہی کہوں گا جو آں حضرت نے غزوۂ احد کے موقع پر آپ سے کہا تھا یعنی یہ کہ آپ اپنی تلوار میان میں کیجئے اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دردمند نہ کیجئے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا۔

"خدا کی قسم میں ایسا نہ کروں گا میں اپنے نفس کے ساتھ تمہاری غمخواری قبول نہ کروں گا۔"

(ابن کثیر ج ۶ ص ۳۱۵)

حضرت ابوبکر مدینہ سے ذوالقصہ پہونچے جہاں بنوعبس، ذبیان بنوبکر، ثعلبہ بن سعد اور ان کے ہمراہیوں سے مدبھیڑ ہوگئی۔ خوں ریز جنگ

ہوئی۔ آخر میں منکرینِ زکوٰۃ کو شکستِ فاش اٹھانی پڑی۔ میدانِ جنگ سے بھاگے۔ فرزندانِ توحید نے تعاقب کیا بے شمار منکرین تہہ تیغ کر ڈالے گئے پورا علاقہ منکرینِ زکوٰۃ کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔ کچھ دنوں صدیق اکبر نے ابرق میں قیام کیا اور بنو ذبیان کو ان مقامات سے بے دخل کر ڈالا پھر یہ علاقہ سرکشوں سے خالی ہو گیا اس فتح نے اسلام کی شوکت و اقتدار کا سکّہ دشمن قبائل کے دلوں پر بٹھا دیا۔

منکرینِ زکوٰۃ کا ردِ عمل

رومیوں کے مقابلے میں جیشِ اسامہ کی فتح نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دئے تھے ان کی قوت میں اضافہ ہو چکا تھا باغی قبائل کے اندر بھی ایسے مسلمانوں کی تعداد موجود تھی جو باغیوں کے ساتھ نہ تھے لیکن مسلمانوں کی دشمنی نے ان کی آنکھیں اندھی کر دی تھیں اور نفع و نقصان کے احساس سے عاری ہو چکے تھے۔ جب بدوی قبائل کو شکست ہوئی تو انہوں نے فاتح کے سامنے سرِ اطاعت خم کرنے کے بجائے اسلام کی دشمن طاقت بنی اسد اور طلیحہ سے مل گئے ان کا خیال خام تھا کہ بنو اسد کی مدد سے اپنی شکستِ فاش کا داغ دھل سکیں گے۔ اس طرح ان کے دلوں کا نفاق کھل کر سامنے آگیا اب تک اسلام کی جو مصنوعی نقاب ان کے چہروں پر پڑی ہوئی تھی اسے نوچ کر پھینک دیا اور کھلم کھلا اسلام کے باغی و مرتد قبائل کی صفوں میں شامل ہو گئے۔

مدعیانِ نبوّت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے آخری ایام میں عرب کے دور دراز علاقوں میں ذاتی مفاد اور قبائلی و علاقائی عصبیت کے

زیرِ اثر نقلی نبیوں کے فتنوں کا آغاز ہوا۔ اور ان مفاد پرست اہلِ ہوا نے اپنے شعبدہ و مکر کی قوت سے لوگوں میں جاہلی عصبیتوں کے جراثیم پھیلانا شروع کردئیے اور نو مسلم قبائل نے جن کے دلوں میں اسلام کی حقیقت راسخ نہ ہوسکی تھی حیلہ و فن کے شکار بن کر مرتد ہونے لگے۔

اسود عنسی

اسلام میں سب سے پہلا شخص جو مرتد ہوا اسود عنسی ہے جس کا نام عبہلہ بن کعب تھا جس کا تعلق قبیلۂ مذحج کی شاخ عنس سے تھا یہ کاہن اور شعبدہ باز انسان تھا اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اہلِ یمن کو اپنے گرد جمع کرلیا اور حجاز کے خلاف اہلِ یمن کی علاقائی عصبیت ونفرت کو ابھار کر دینِ حق سے برگشتہ کر کے اپنے دامِ تزویر میں پھانس لیا۔

عہدِ رسالت میں یمن کسریٰ کا ایک ماتحت علاقہ تھا جہاں ایرانیوں کی جانب سے باذان حکومت کرتا تھا اس نے رسولِ اکرم کی دعوت پر اسلام قبول کرلیا تھا اور یمن کے اکثر باشندے بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے تھے۔ باذان کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور اس کے اطراف وجوانب کو مختلف امارتوں میں تقسیم کردیا اور ان کے الگ الگ عامل مقرر فرمائے۔

نجران۔ عمرو بن حزم۔ ہمدان عامر بن شہر۔ صنعا، شہر بن ماذان عک اور اشعر۔ طاہر بن ابی ہالہ۔ مارب، ابوموسیٰ اشعری۔ جندب یعلی بن امیہ۔ عکاسک اور سکون، عکاشہ بن ثور۔ بنی معاویہ بن کندہ عبد اللہ۔ حضرت معاذ بن جبل کو یمن اور حضر موت کا معلم بنایا۔

(طبری جلد ۲ صـ ۵۳۲)

رسولِ گرامی کی خبر علالت پاکر اسود عنسی نے اپنے ارتداد کا اظہار کیا اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے قبائل یمن کو اپنے گرد جمع کرلیا اس نے سب سے پہلے نجران پر قبضہ کرلیا۔ مذحج کے لوگ اس کے تابع ہوگئے

پھر اس نے شہر بن باذان پر حملہ کیا انہیں شکست ہوئی اور وہ شہید کر ڈالے گئے اسود نے ان کی بیوہ سے زبردستی شادی کرلی پھر اس نے صنعا پر قبضہ کر لیا اس کے حوصلے اتنے بڑھے کہ اس نے پورے یمن پر قبضہ کر لیا اور اکثر اہلِ یمن اس کے ہم نوا بن گئے اس کی جنگی سرگرمیوں نے مسلمانوں کو سراسیمہ کر دیا وہ صحرا کی آگ کی طرح بڑی تیزی سے پھیلنے لگا یمنیوں نے اس کی دعوت سے اختلاف نہ کیا شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اہلِ یمن، یمن کو صرف یمنیوں کا ملک تصور کرتے تھے اہلِ حجاز کی حکومت انہیں گوارہ نہ تھی یہی وجہ تھی کہ اہلِ یمن پر اسود کاہن کا جادو چل گیا اسود عنسی کے فتنہ کی خبر مدینہ اس وقت پہونچی جب جیشِ اسامہ کی تیاری ہو رہی تھی اور رومیوں کے خلاف جہاد کے لئے لشکر تیار ہو چکا تھا۔ چوں کہ بیرونی اندیشوں کو سر سے ٹالنا ضروری تھا اس لئے جیش اسامہ کو شام کی جانب روانگی کا اذن دے دیا گیا۔ جیشِ اسامہ کی روانگی سے قبل ہی آں حضرت نے دنیا سے پردہ فرما لیا۔

مدینہ کی جانب سے فوجی پیش رفت نہ ہونے کی وجہ سے اسود نے مزید قوت حاصل کرلی پورے یمن میں جا بجا اپنے عامل مقرر کر دئے۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کر دیں اور جلد ہی زبر دست قوت حاصل کرلی، عدن کا سارا علاقہ اور صنعا سے طائف تک کے تمام پہاڑ اور وادیاں اس کے زیرِ نگیں آ گئے۔ لیکن وہی عوامل جو اس کامیابی و کامرانی کا سبب بنے ہوئے تھے بالآخر اس کے زوال کے باعث بنے۔ قیس، فیروز اور داذویہ جنہیں اس نے اعلیٰ عہدہ پر فائز کیا تھا اس کے لئے دردِ سر بن گئے اسے یقین ہو گیا کہ یمن میں مقیم ایرانی مکر و فریب سے اس کی حکومت کا تختہ الٹ دینے کی فکر میں ہیں اس کی ایرانی بیوی آزاد اس سے شدید نفرت کے جذبات رکھتی تھی اور مخالفین کے منصوبوں میں شریک تھی۔ ایرانیوں

کے ساتھ اسود کی حقارت نے انہیں آمادۂ انتقام بنا دیا تھا۔ دوسری جانب یمن کے مسلمان بھی فیروز اور داذویہ کے منصوبوں میں شامل ہو گئے چناں چہ آزاد کی رہنمائی میں یہ سب لوگ اسود عنسی کے مکان میں خفیہ راستہ سے داخل ہوئے اور صبحِ صادق کے وقت جب اسود نشہ کی حالت میں بدمست خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ فیروز نے تلوار کا شدید وار کیا جس سے وہ زخمی ہو کر دہاڑیں مارنے لگا جب مکان کے پاسبان آئے اور واقعہ دریافت کیا تو آزاد نے تمسخر سے جواب دیا۔ "تمہارے پیغمبر پر وحی نازل ہو رہی ہے۔" قیس نے اسود کی گردن تن سے جدا کر دی اس کے بعد شہر کی فصیل پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ خدا کے سچے پیغمبر ہیں اور اسود عنسی جھوٹا اور کاذب تھا۔ اسود کے قتل ہوتے ہی اس کے حامی بھاگ کھڑے ہوئے اور قیس، فیروز اور داذویہ نے یمن کا انتظام سنبھال لیا۔ اس طرح اسود کی جھوٹی نبوت اور حکومت کا طلسم ٹوٹ گیا یہ واقعہ عہدِ رسالت میں ہوا۔ خبر عہدِ صدیقی میں مدینہ پہونچی۔

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ بنی حنیف سے تعلق رکھتا تھا ۹ھ میں بنو حنیف کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اس میں مسیلمہ بھی شامل تھا اس نے آں حضور سے کہا تھا کہ اگر اپنے بعد مجھ کو اپنا قائم مقام بنانے کا وعدہ کریں تو میں آپ سے بیعت کر لوں گا لیکن آپ نے کھجور کی ایک شاخ کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا کہ اگر تو مجھ سے کھجور کی یہ شاخ بھی مانگے گا تو میں نہ دوں گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۲۹) مسیلمہ اپنے قبیلہ میں پہونچا تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ قبائلی عصبیت نے زور مارا بنو حنیف اور اس کے حلیف قبائل مسیلمہ کے متبع بن گئے۔ مسیلمہ کی جراءت اس قدر بڑھ گئی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

من مسیلمہ رسول اللہ	مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے
الی محمد رسول اللہ سلام	محمد رسول اللہ کی طرف آپ پر سلامتی ہو
علیک اما بعد فانی اشرکت	بعد ازاں واضح ہو کہ میں آپ کا شریک
فی الامر معک وان لنا نصف	بنایا گیا ہوں اس لئے نصف زمین ہماری
الارض ولقریش نصف الارض	ہے اور نصف قریش کی لیکن قوم قریش
ولکن قریشا قوم لا یعدلون۔	انصاف سے کام نہیں لیتی۔

جب یہ خط حضور کو پیش کیا گیا تو آپ نے غضب ناک نظروں سے قاصد کی طرف دیکھا اور فرمایا اللہ کی قسم اگر قاصدوں کا قتل روا ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

پھر جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ
من محمد رسول اللہ الی	کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی طرف
مسیلمۃ الکذاب اما بعد فان	بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے
الارض للہ یورثها من یشاء	متقی بندوں سے جسے چاہتا ہے اس
من عبادہ المتقین۔	کا وارث بناتا ہے۔

مسیلمہ کے اثرات کافی بڑھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فوج کشی اس لئے نہیں فرمائی کہ اس وقت ساری توجہ قیصر روم کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے عرب کی حفاظت ناگزیر تھی۔ رسولِ اکرم کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ بہر صورت رومیوں کو زیر کیا جائے اور عرب کی شمالی سرحد کو ہرقل کی تاخت وتاراج سے محفوظ کر لیا جائے اس طرح عرب کی اندرونی شورشیں اسلام کی شوکتِ اقتدار کے سامنے دب جائیں گی۔

طلیحہ اسدی

طلیحہ بن خویلد اسدی نے بنو اسد میں نبوت کا دعویٰ کیا سرکار کو جب اس کے جھوٹے دعوۂ نبوت کی اطلاع

ہوئی تو ضرار بن ازور کو بنو اسد کا عامل بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ طلیحہ کے ساتھ جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان کی سرزنش کی جائے۔ ضرار مسلمانوں کے ساتھ مقام واردات میں فروکش تھے۔ جہاں مسلمان بڑھ رہے تھے طلیحہ سمیرہ میں مقیم تھا اس کے ساتھی کم تھے کسی مسلمان نے طلیحہ پر تلوار چلائی مگر اتفاق سے بچ کر نکل گیا اس نے اس واقعہ کو بطور معجزہ پیش کیا کہ تلوار اس پر اثر ہی نہیں کرتی ضعیف الاعتقاد لوگوں کا ایک بڑا حلقہ اس کے گرد جمع ہو گیا ایک بار وہ اپنی قوم کے ساتھ سفر کر رہا تھا سخت گرمی کے دن تھے پیاس کے مارے لوگ پریشان تھے اچانک ان لوگوں کو ایک صحرا میں ایک شیریں چشمہ مل گیا جسے دیکھ کر لوگ اس کی نبوت کا یقین کرنے لگے۔ مسجع عبارتیں گڑھ گڑھ کر لوگوں کو سناتا اور اسے وحی کہتا۔ رسول اکرم کی رحلت کے بعد اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور اس نے فوجی نقل و حرکت بھی شروع کر دی۔ اسد، غطفان اور طے کے قبائل میں اس کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔ چناں چہ اس نے اپنے حامیوں کو دو گروہوں میں بانٹ کر ایک کو مقام ابرق میں ٹھہرایا اور دوسرے فریق کو مقام ذی القصہ کی طرف بھیجا۔

مدعیان نبوت و مرتدین کا استیصال ۱۲ھ

خلیفۂ رسول نے منکرین زکوٰۃ عبس، ذبیان، بکر اور ان کے مددگاروں کو شکست دے کر جلا وطن کر دیا تھا اور وہ بزاخہ جا کر طلیحہ بن خویلد اسدی سے مل گئے تھے۔ اب ان کے پیش نظر ان مرتدین اور نقلی نبیوں کا انسداد تھا جو عرب کے مختلف خطوں میں ارتداد و بغاوت کے شعلے بھڑکا رہے تھے اور ان کی شورشوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت خطرہ درپیش تھا۔ جب

جیشِ اسامہ آرام کر چکا تو پورا لشکرِ اسلام لے کر حضرت ابو بکر ذوالقصہ تشریف لائے اور پوری اسلامی فوج کو گیارہ حصّوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ کا الگ الگ امیر مقرر کیا اور ان کی پیش رفت کے مقامات متعین فرمائے جس کا نقشہ حسبِ ذیل ہے۔

نمبر شمار	سردارانِ فوج	مقام جنگ	ان قبیلوں یا اشخاص کے نام جن سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں مقرر تھیں
۱	حضرت خالد بن ولید	بزاخہ اور بطاح	طلیحہ اور مالک بن نویرہ
۲	〃 عکرمہ بن ابی جہل	یمامہ	مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ
۳	〃 مہاجر بن امیہ	یمن و حضر موت	متبعین اسود عنسی اور قیس بن العاص
۴	〃 عمرو بن العاص	عرب و شام کی سرحد	قضاعہ، ودیعہ اور حارث
۵	〃 خالد بن سعید بن عاص	حدودِ شام	یہاں کے سرکش قبائل
۶	〃 علاء بن حضرمی	بحرین	الحطم بن ضبیعہ
۷	〃 سوید بن المقرن	یمن کا نشیبی علاقہ	
۸	〃 عرفجہ بن ہرثمہ	مہرہ	
۹	〃 حذیفہ بن محصن	عمان	لقیط بن مالک ازدی
۱۰	〃 طریفہ بن حاضر سلمی	عرب کا شمالی حصّہ	بنو سلیم و ہوازن
۱۱	〃 شرجیل بن حسنہ	یمامہ حضرت عکرمہ کے ساتھ	مسیلمہ و بنو حنیفہ

فوجی افسروں کو حکم دیا گیا کہ وہ مرتدین کے استیصال کے لئے اپنے مقررہ علاقوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ راستے میں جن قبیلوں سے گزریں وہاں کے مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے لیں۔ اتمامِ حجت کے لئے روانگی کے وقت حضرت ابوبکر نے فوج کے امیروں کو ایک اعلانیہ مرحمت کیا تاکہ جنگ سے پہلے

باغیوں اور مرتدوں کو سنا دیا جائے اگر یہ لوگ اسلام قبول کرلیں اور راہِ راست پر آجائیں تو ان سے درگزر کیا جائے ورنہ جنگ کی جائے اور مرتدین کو خطوط لکھے۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ مسلمان ہونے کے بعد جہالت اور شیطان کے بہکانے کے باعث دینِ حق سے پھر گئے ہیں میں تمہاری جانب مہاجرین، انصار اور تابعین کا لشکر بھیج رہا ہوں میں نے اسے حکم دے دیا ہے کہ جب تک وہ تمہارے سامنے اسلام کا پیغام نہ پہونچادیں جنگ نہ کریں جو شخص یہ دعوت قبول کرے گا اسلام کا اقرار کرکے تمام مخالفانہ سرگرمیوں سے باز آجائے گا اس کی جاں بخشی کردی جائے گی اور جو شخص انکار کرے گا اس سے جنگ کی جائے گی اور وہ اللہ کی تقدیر کو اپنے اوپر نافذ ہونے سے روک نہ سکے گا ایسے لوگوں کو بری طرح قتل کیا جائے گا ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنا لئے جائیں گے کسی شخص سے اسلام کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے گا ان باتوں پر غور کرنے کے بعد جو شخص ایمان لائے گا تو یہ ایمان اس کے لئے بہتر ہوگا لیکن جو شخص بدستور حالتِ ارتداد پر قائم رہے گا وہ اللہ کو ہرگز عاجز نہ کرسکے گا۔ میں نے قاصد کو یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ خط کو مجمع عام میں پڑھ کر سنا دے اسلام کی علامت اذان ہوگی۔"

(طبری ج ۲ ص ۴۸۲)

لشکر روانہ ہوئے تو ان کے آگے آگے نامہ بریہ تحریر لے کر چل رہے تھے حضرت ابوبکر نے افسرانِ فوج کو ان کے فرائض منصبی کی خاص خاص دفعات قلم بند کرادی تھیں۔

فوجوں کی روانگی کے بعد خلیفۂ رسول خود مدینہ چلے آئے اور یہیں سے

فوجوں کی نقل و حرکت کے احکامات صادر فرمائے۔ مدینہ کی حفاظت کے لئے معمولی سی فوج رہ گئی تھی اس لئے کہ جیشِ اسامہ کی کامیاب فوج کشی اور منکرینِ زکوٰۃ کی شکستِ فاش نے مسلمانوں کی بہادری و شجاعت ان کے اتحاد اور تنظیمی قوت کا سکہ تمام عرب قبائل پر بٹھا دیا تھا جس کی وجہ سے کسی دشمن کو مدینہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔

صدیق اکبر نے اس موقع پر جو پالیسی اختیار کی وہ بہترین سیاسی تدبر کا مظہر تھی۔ ابوبکر فطری طور پر نرم خو واقع ہوئے تھے مگر دین کے معاملے میں انہوں نے اشدّاءُ علی الکفار کا مظہرِ اتم بن کر بتا دیا کہ وہ دین پر کسی ضرب کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔

طلیحہ اسدی

پہلے گزر چکا ہے کہ بنو اسد کے ایک متمرد شخص طلیحہ بن خویلد نے عہدِ رسالت میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا منکرینِ زکوٰۃ کی پُشت پناہی بھی کی تھی چنانچہ عبس، ذبیان، بنو بکر اور ان کے معاونین نے جب اسلامی لشکر کے مقابلے میں شکست کھائی اور جلاوطن کر دئے گئے تو وہ داغِ ہزیمت دھونے کے لئے طلیحہ سے مل گئے۔ طے غطفان، سلیم اور بدوی قبائل بھی طلیحہ کے حامی بن گئے جس سے طلیحہ کی فوجی قوت مستحکم ہو گئی۔ ان لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ابوبکر ان پر ضرور حملہ کریں گے اس لئے وہ برابر فوجی طاقت بڑھانے کی فکر میں سرگرم رہے طلیحہ پہلے تو سمیرہ میں مقیم تھا لیکن بزاخہ کو مناسب جنگی مقام سمجھ کر یہیں چلا آیا۔

عیینیہ فزاری عرب کا جنگجو شخص جو خاندانی عصبیت میں حد درجہ غلو رکھتا تھا اس نے اپنی قوم کے ساتھ طلیحہ کی اطاعت کر لی اور اس کی فوجی طاقت کو مستحکم بنا دیا طلیحہ کی فوج کا افسرِ اعلیٰ بن گیا۔

حضرت خالد بن ولید نے سب سے پہلے بنو طے کا رخ کیا جس کے

پانچ سو جنگ جو طلیحہ کی فوج میں شامل تھے اور پورا قبیلہ اس کا مطیع ہو گیا تھا حضرت ابوبکر نے بنی طے کو افہام و تفہیم کے ذریعہ دوبارہ اسلام میں لانے کے لئے حضرت عدی بن حاتم کو بنی طے کے پاس بھیجا جو اس قوم کے معزز فرد تھے اور اسلام پر قائم تھے۔ حضرت عدی نے اپنی قوم کو حالات کی نزاکتوں سے آگاہ کیا ارتداد کی صورت میں تباہی و بربادی سے ڈرایا قوم پر ان کی نصیحتوں کا اثر ہوا اور انہوں نے باہمی مشورہ سے اسلام لانا طے کر لیا اور حضرت عدی سے کہا تم خالد بن ولید کے پاس جاکر ہمارے لئے تین روز کی مہلت لے لو تاکہ ہم اپنے پانچ سو سواروں کو طلیحہ کی فوج سے واپس لائیں۔ حضرت خالد نے عدی کی بات مان لی جنگی مصلحت اسی میں تھی کہ بنی طے کے سواروں کو دشمن کی فوج سے علیحدہ کر کے اس کی قوت گھٹا دی جائے۔ حضرت عدی دوبارہ اپنے قبیلہ میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ طلیحہ کی فوج میں آدمی بھیجے گئے جنہوں نے ظاہر کیا کہ مسلمانوں نے بنی طے کو اپنی یلغار کا پہلا ہدف بنایا ہے۔ اس لئے قبیلۂ طے کی حفاظت کے لئے فوراً جنگ جو بہادروں کی ضرورت ہے اس تدبیر سے طلیحہ کو بنی طے کے عزائم کا علم بھی نہ ہو سکا اور اس نے بنی طے کے پانچ سو آدمیوں کو خوشی سے جانے کی اجازت دے دی۔ جب یہ لوگ اپنے قبیلے میں آئے تو انہیں بھی عدی نے افہام و تفہیم کے ذریعہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔ اس طرح پورے قبیلے نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔

حضرت خالد نے بنی جدیلہ پر حملہ کا قصد کیا تو عدی نے اس قبیلہ میں جاکر اسلام کی تبلیغ کی وہ مسلمان ہوئے اور وہ جدیلہ کے ایک ہزار افراد کو لے کر اسلامی لشکر میں آ گئے۔

اس طرح حضرت عدی نے اپنی فراست و دانائی سے بڑا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ اس وقت جب کہ عرب میں اسلام کے خلاف ارتداد کی لہر

پیدا ہو چکی تھی بلا جدال و قتال محض ایک شخص کی تبلیغ و فہمائش پر دو قبیلوں کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا اور ان کے تقریباً دو ہزار تیغ زن بہادروں کا اسلامی لشکر میں شامل ہو جانا حضرت عدی کا بے مثال کارنامہ ہے۔

جنگِ بزاخہ

بنی طے اور بنی جدیلہ کے قبولِ اسلام کی خبر نے طلیحہ کو مضمحل کر دیا لیکن عیینہ فزاری پر اعتماد کرتے ہوئے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار رہا۔ خالد بن ولید کی قیادت میں اسلامی لشکر بزاخہ پہونچا دونوں طرف سے صفیں آراستہ ہوئیں طلیحہ کی فوج کا سپہ سالار عیینہ اپنے جاں بازوں پر کافی نازاں تھا مگر جب جنگ کے شعلے بھڑکے تو مسلمان مجاہدین کے جوش ایمانی نے طلیحہ کی فوج کو پیچھے ڈھکیلنا شروع کر دیا۔ عیینہ کی ساری جنگی تدبیریں ناکامی کا منھ دیکھ رہی تھیں وہ گھبرا کے طلیحہ (جو ایک چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا) کے خیمہ میں بار بار جاتا اور پوچھتا کوئی وحی نازل ہوئی؟ ہر بار نفی میں جواب ملتا آخری بار جب عیینہ نے میدانِ جنگ میں اپنی شکست کے واضح آثار دیکھے تو پریشانی کی حالت میں خیمہ میں جا کر پوچھا وحی آئی؟ طلیحہ نے کہا یہ وحی نازل ہوئی ہے۔

ان لك رحا كرحاه و حديثا لا تنساه ۔ — تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی مسلمانوں کے پاس ہے تیرا ذکر بھی ایسا ہے جسے تو کبھی نہ بھولے گا۔

عیینہ غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس نے چیخ کر کہا۔

قد علم الله ان يكون حديثا لا تنساه ۔ — بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے جنہیں تو کبھی فراموش نہ کر سکے گا۔

یہ سنتے ہی بنو فزارہ نے راہِ فرار اختیار کی اور باقی لشکر طلیحہ کے گرد جمع ہو گیا اور آئندہ کے بارے میں دریافت کیا۔ طلیحہ نے اپنی بیوی کو

اونٹ پر سوار کرایا اور خود ایک گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔
"جو شخص میری طرح اپنے اہل وعیال کو لے کر بھاگ سکے وہ بھاگ جائے"۔
میدانِ جنگ خالی ہو چکا تھا۔ طلیحہ کی جھوٹی نبوت کا طلسم ٹوٹ چکا تھا اسلام کے خلاف اس کی ساری قوت بکھر چکی تھی۔

طلیحہ بزاخہ سے شام پہونچا بنو کلب میں سکونت اختیار کی جب اسے پتہ چلا کہ اس کے ہوا خواہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت خالد نے چشمہ بزاخہ پر ایک ماہ قیام کیا اور اس دوران ارتداد و سرکشی پر قائم قبائل کی سرکوبی کرتے رہے ان کے سرکش قائدین کو پابجولاں کرکے مدینہ روانہ کیا انہیں قیدیوں میں قرہ بن ہبیرہ اور عیینہ بن حصن فزاری بھی تھے جنہیں حضرت ابوبکر نے معاف کر دیا۔

ام زمل کی شکست

لیکن اسلام کے دشمنوں کی ایک جماعت جس میں طے، غطفان، سلیم، ہوازن کے افراد شامل تھے بدترین دشمن اسلام ام زمل سلمہ بنت مالک کے گرد جمع ہو گئے اور مسلمانوں سے آخری وقت تک جنگ کرنے کی قسم کھائی مشتعل، شکست خوردہ فوجیوں کی قوت حاصل کرنے کے بعد ام زمل میدان میں آگئی خود ایک اونٹ پر سوار تھی جس کے گرد سو اونٹوں کا حلقہ تھا جن پر بہادر سرکش سوار تھے ام زمل پرجوش تقریروں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے ابھار رہی تھی۔ حضرت خالد آگے بڑھے۔ شدید جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے بار بار ام زمل تک پہونچنے کی کوشش کی مگر اس کے محافظوں نے آگے بڑھنے نہ دیا جوانانِ اسلام نے محافظ دستہ کے ایک ایک شخص کو قتل کر دیا اور پھر ام زمل کے اونٹ کی کوچیں کاٹ ڈالیں وہ نیچے گری تو اسے تہہ تیغ کر دیا۔ ام زمل کے قتل ہوتے ہی اس کا پورا لشکر بھاگ نکلا۔
اس فتح کے بعد عرب کے شمالی مشرقی حصہ سے ارتداد کا خاتمہ

ہوگیا۔

سجاح بنت الحارث

عرب کے جنوبی حصے میں بنو تمیم کے قبائل آباد تھے جو مدینہ کے مشرق میں خلیج فارس، شمال مشرق میں ان کے حدود دریائے فرات کے دہانے تک پھیلے ہوئے تھے۔ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں بنو تمیم کو قبائل عرب کے اندر خاص مقام حاصل تھا یہ لوگ شجاعت وسخاوت میں منفرد تھے۔ شاعری اور فصاحت وبلاغت میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔ ادب اور تاریخ کی کتابوں میں بنو تمیم کی شاخ حنظلہ، بنی دارم، بنی مالک، بنی یربوع کے کارناموں کا ذکر محفوظ ہے۔

بنو تمیم کے لوگ نصرانی اور قمر پرست تھے اپنی کثرت وشجاعت کی بناء پر کسی کی اطاعت ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ جب یہ قبائل اسلام لائے تو ان میں رسول اللہ نے مختلف محصلین زکوٰۃ مقرر فرمائے ان میں مالک بن نویرہ بنی یربوع کا سردار بھی تھا۔ رسول اللہ کی خبر رحلت پاکر ان محصلین کے درمیان اختلاف پیدا ہوا کہ زکوٰۃ کی وصول شدہ رقم ابوبکر کے پاس بھیجی جائے یا نہیں۔ مالک بن نویرہ اس گروہ میں شامل تھا جو زکوٰۃ کی رقم مدینہ بھیجنے کا مخالف تھا۔ وہ اسلام سے منحرف ہوکر دشمنانِ اسلام کی صف میں شامل ہوگیا۔

سجاح بنت حارث بنو تمیم میں

عرب میں نقلی نبیوں کے خروج نے عورتوں کو بھی جھوٹے ادعائے نبوت پر آمادہ کردیا چناں چہ عراق میں مقیم بنو تمیم کی ایک شاخ بنو یربوع سے (جو الجزیرہ میں آباد تھے) سجاح بنت الحارث نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ سجاح مذہباً نصرانی تھی حسین وخوبرو ہونے کے ساتھ ماہر کاہنہ بھی تھی اس کے اندر فراست ودانائی کے ساتھ قیادت کی بھرپور صلاحیت

موجود تھی جلد ہی بنی یربوع اور بنو تغلب کے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے جب اسے رسول اللہ کی رحلت کا علم ہوا تو اس نے نواحی قبائل کا دورہ کیا اور یربوع، تغلب کے ساتھ نمرد، شیبان، ربیعہ کے جنگ جو شمشیر زنوں کا ایک عظیم لشکر تیار کر کے مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے کوچ کیا۔ اس اقدام میں سجاح کے ذاتی مفاد کے ساتھ شمالی عراق کے عاملوں کا بھی ہاتھ تھا جو سجاح کو عرب میں شورش و ہنگامہ برپا کرنے کے لئے بھیج کر اپنی گری ہوئی حکومت و اقتدار کو از سر نو مستحکم کرنا چاہتے تھے۔ اور ایک ہوشیار عورت کو عرب میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کی ترغیب دے کر عربوں کے اندر افتراق و انتشار کی خلیج وسیع کی اور انہیں کم زور کر کے اپنے اقتدار و تسلط کے بال و پر پھیلائے۔

سجاح عراق سے بنو تمیم میں اس وقت پہونچی جب بنو تمیم مسئلہ زکوٰۃ پر دست گریباں تھے ایک گروہ حضرت ابوبکر صدیق کی اطاعت کا قائل تھا دوسرا خود مختار رہنا چاہتا تھا۔ بنی یربوع میں پہونچ کر سجاح نے مالک بن نویرہ کو صلح کی دعوت دی اور اسے اپنے ساتھ ملا لیا اس طرح بنو تمیم کی ایک شاخ بنو حنظلہ کے سردار وکیع نے بھی سجاح سے صلح کر لی اب مالک اور وکیع سجاح کے دستِ راست و چپ بن گئے اور ان کے مشورہ سے سجاح نے بنو تمیم کے ان قبائل پر چڑھائی کر دی جو سجاح کے مطیع نہ ہو سکے تھے اس طرح سجاح کے متبعین و مخالفین کے درمیان خوں ریز جنگ کا سلسلہ شروع ہوا بنو تمیم آپس میں لڑتے رہے لیکن جب جان و مال کا ناقابلِ تلافی نقصان ہو گیا تو طرفین نے صلح کر لی اور ایک دوسرے کے قیدی آزاد کر دئے اب سجاح کے لئے وہاں رکنا ممکن نہ تھا۔

مسیلمہ اور سجاح

سجاح نے وقت ضائع کئے بغیر مدینہ کا رُخ کرنا چاہا مگر مالک بن نویرہ اور وکیع نے

اس کے لشکر کو بنی یربوع اور بنی حنظلہ کی طرف سے گزرنے کی اجازت نہ دی مجبورًا اس نے یمامہ کی طرف کوچ کا حکم جاری کر دیا اس کا لشکر یمامہ کی جانب چل پڑا جب سجاح یمامہ کے قریب پہونچی تو مسیلمہ کافی پریشان ہوا اس نے سوچا اگر وہ سجاح سے جنگ کرتا ہے تو اس کی عسکری قوت گھٹ جائے گی اور آنے والا اسلامی لشکر اسے بالکل تباہ و برباد کر دے گا اور نواحی قبائل بھی اس کی اطاعت سے منحرف ہو جائیں گے اس لئے اس نے سجاح سے صلح کا فیصلہ کر لیا پہلے سجاح کو تحائف بھیجے پھر جان کی امان طلب کر کے ملاقات کی خواہش ظاہر کی سجاح نے اجازت دے دی تو وہ بنو حنیفہ کے چالیس جوانوں کے ساتھ سجاح کی فرودگاہ پر پہونچا دونوں جھوٹے مدعیانِ نبوت تخلیہ میں ملے دیر تک تنہائی میں گفتگو ہوتی رہی دونوں کاہن تھے مدعی نبوت تھے چال باز اور شاطر تھے ایک دوسرے کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن مسیلمہ مرد تھا اپنی گفتگو سے اثر انداز ہو گیا اور فتنہ کی پری کو شیشے میں اتار لیا اور سجاح کو پورے طور پر قبضہ میں لینے کے لئے اس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی نبوتوں کو یک جا کر لیں اور باہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں" سجاح نے بخوشی منظور کر لیا اور مسیلمہ کے ساتھ اس کی قیام گاہ پر آگئی۔ تین شبانہ روز تک دونوں کذب و فریب مجسم یک جا رہے پھر وہ اپنے لشکر میں آگئی۔

مسیلمہ نے وعدہ کیا تھا کہ یمامہ کی پیداوار کا نصف حصہ سجاح کا ہوگا اس عہد و پیماں کے بعد سجاح الجزیرہ واپس لوٹ گئی پھر وہ عراق سے باہر نہ نکلی حضرت معاویہ کے عہد میں اسلام لائی۔

خالد بن ولید بطاح میں

سجاح کے جزیرہ لوٹ جانے کے بعد بنو تمیم کے بعض امرا مثلًا وکیع اور سماعہ

اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور مالک بن نویرہ کا ساتھ چھوڑ دیا جب دربار خلافت کے حکم کے بموجب خالد بن ولید بزآخہ سے بطاح پہونچے تو وکیع سماعہ، زبرقان اپنی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا اب مالک بن نویرہ تنہا رہ گیا تھا اس میں خالد سے جنگ کی طاقت نہ تھی وہ شدید تردد میں مبتلا تھا چناں چہ اس نے اپنی قوم کو گرد و نواح میں منتشر کر دیا اور کہا۔

" اے بنو یربوع ہم نے اپنے امراء کا کہا نہ مانا جنہوں نے ہمیں ابوبکر کی اطاعت کا مشورہ دیا تھا امراء کا ساتھ چھوڑنے کی وجہ سے ہماری حالت ایسی نہیں کہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ کرسکیں اس لئے تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ اسلام قبول کر لو اور منتشر ہو جاؤ "۔ (صدیق اکبر صـ۱۹۲)

اپنی قوم کو منتشر کرنے کے بعد خود روپوش ہوگیا۔

خالد نے بطاح کا مطلع صاف پایا کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا چناں چہ آپ نے مسلمانوں کی چند ٹولیاں ادھر ادھر روانہ کیں اور تاکید کی کہ جو ملے اس کو اسلام کی دعوت دو اور اذان دو جو لوگ اس دعوت کو قبول کرلیں اور اذان دیں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کرنے کا عہد کریں ان سے تعرض نہ کرو لیکن جو ایسا نہ کریں ان کو سزا دی جائے ایک ٹولی مالک بن نویرہ اور بنی یربوع کے چند آدمیوں کو گرفتار کر کے لائی مالک اور اس کے ساتھی قتل کر دئے گئے۔

مالک بن نویرہ کے قتل نے مدینہ میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ حضرت خالد مدینہ طلب کئے گئے۔ خلیفۂ رسول نے واقعات سُنے اور مالک کے قتل کو قتلِ خطا سمجھ کر خوں بہا اپنی طرف سے ادا کر دیا اور خالد بن ولید کو دوبارہ مہم پر روانہ کر دیا۔

جنگِ یمامہ

حضرت ابوبکر نے مرتدوں اور باغیوں سے جنگ کے لئے جو گیارہ لشکر مرتب فرمائے تھے ان میں ایک لشکر عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے یمامہ روانہ کیا چوں کہ یہ لشکر ناکافی تھا اس لئے شرجیل بن حسنہ کی قیادت میں ایک اور لشکر یمامہ کی طرف روانہ کیا۔ عکرمہ نے یمامہ پہونچ کر شرجیل کا انتظار کئے بغیر مسیلمہ پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست ہوئی۔ شرجیل کو اس کا علم ہوا تو راستہ ہی میں ٹھہر گئے جب حضرت عکرمہ نے دربار خلافت میں اطلاع بھیجی تو آپ کو رنج پہونچا اور عکرمہ کو لکھا۔

"میں تمہاری صورت دیکھنے کا مطلق روادار نہیں تم واپس آکر لوگوں میں بددلی پھیلانے کا باعث نہ بنو بلکہ حذیفہ اور عرفجہ کے پاس جاکر اہل عمان اور مہرہ سے جنگ کرو اس کے بعد یمن اور حضر موت جاکر مہاجر بن امیہ سے مل جاؤ اور ان کے دوش بدوش مرتدین سے جنگ میں حصہ لو۔"

(صدیق اکبر ص۲۰۵)

صدیق اکبر نے شرجیل کو اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا حکم دیا اور مسیلمہ سے جنگ کرنے کے لئے سیف اللہ خالد کا انتخاب کیا خالد مدینہ آئے اور یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار جاں بازوں کا منتخب لشکر موجود تھا شرجیل نے خالد کے یمامہ پہونچنے سے پہلے ہی مسیلمہ کے لشکر پر حملہ کیا اور ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ خالد یمامہ پہونچے جنگ سے قبل ہی ایک اور لشکر مدینہ سے خالد کی مدد کے لئے روانہ کر دیا گیا۔

اسلامی لشکر مسیلمہ سے ایک شب کی مسافت پر تھا کہ مسیلمہ کا ایک دستہ ملا جو مجاعہ بن مزارہ کی سرکردگی میں بنو تمیم اور بنو عامر پر شب خوں مار کر

آرہا تھا پورا دستہ تہہ تیغ کر دیا گیا اور مجاعہ گرفتار کر لیا گیا۔

خالد سیف اللہ اسلامی لشکر کے ساتھ عقربآء پہونچے جہاں مسیلمہ اپنے لشکر جرار کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ دوسرے دن حضرت خالد نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا۔ میمنہ پر زید بن خطاب سے میسرہ پر اسامہ بن زید۔ اور خود قلب لشکر پر امیر رہے دوسری جانب مسیلمہ نے اپنے چالیس ہزار سپاہیوں کو کامیابی و کامرانی کے زعم میں مرتب کیا۔

جنگِ یمامہ اسلام میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد تھی اس جنگ میں اسلام اور نبوت کا ذبہ کا آخری مقابلہ ہونے والا تھا۔ یمن، عمان، بہرہ، بحرین حضرموت، عدن تک کے تمام علاقے کے لوگوں کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں ایرانی بھی بے چینی سے اس جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ مسیلمہ کے ساتھی مرنے مارنے کے لئے پورے طور پر آمادہ تھے ادھر اسلامی لشکر کے امیر خالد اپنے وقت کے ماہر سپہ سالار اعظم تھے۔ لشکر میں ان مہاجرین وانصار کی خاصی تعداد تھی جنہوں نے بدر وحنین کے معرکوں میں حصہ لیا تھا وہ اس جذبہ سے میدانِ جنگ میں آئے تھے کہ اللہ کی راہ میں جہاد اور اس کے دین کی مدافعت ان کا فرض اوّلین ہے تعداد میں کم ہونے کے باوجود عزم وحوصلہ کی چٹان تھے۔ اسلامی لشکر کی تعداد تیرہ ہزار تھی۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے مسیلمہ کا لڑکا شرجیل بن مسیلمہ بنو حنیفہ کی صفوں میں پھر کر اپنے آتشیں الفاظ سے ان کی غیرت وحمیت کی آگ بھڑکاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا۔

"اے بنو حنیفہ! آج تمہاری غیرت کا امتحان ہے اگر تم شکست کھا گئے تو تمہارے پیچھے تمہاری عورتیں لونڈیاں بنا لی جائیں گی اور ان کے نکاح زبردستی دوسرے لوگوں سے کر دئے جائیں گے اس لئے اپنے حسب ونسب کی خاطر مسلمانوں سے جنگ کرو

اور اپنی عورتوں کی عزت بچاؤ"

دونوں لشکر فیصلہ کن جنگ کے لئے نبرد آزما ہوئے گھمسان کا رن پڑا مسیلمہ کے ساتھی بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے انہوں نے ابتدا میں مسلمانوں کو پسپا کر دیا۔ مسلمان سنبھلے اور سرداروں نے جوش دلایا سپاہ اسلام نے پر جوش حملہ کیا مگر مسیلمہ کے سپاہی اپنی جگہ قائم رہے اور وہ خود اپنے جاں نثاروں کے حصار میں کھڑا لوگوں کا جوش بڑھا رہا تھا۔ حضرت خالد نے میدانِ جنگ کا جائزہ لینے کے بعد طے کیا کہ جب تک مسیلمہ کو تہہ تیغ نہ کر دیا جائے جنگ کا پانسا پلٹنا مشکل ہے۔ چناں چہ آپ نے مسیلمہ کے محافظ دستوں پر حملہ کر دیا اس شدید حملہ کی تاب نہ لا کر مسیلمہ میدان جنگ سے بھاگنے لگا اس کے کے متبعین نے پوچھا "تو ہم سے جس فتح و ظفر کا وعدہ کرتا تھا وہ کہاں ہے" لیکن اس کے فریب کا پردہ چاک ہو چکا تھا وہ نہ ٹھہر سکا اس کے بھاگتے ہی سارا لشکر پسپا ہو گیا۔ ان لوگوں نے ایک باغ میں پناہ لی۔ دروازہ بند کر دیا براء بن مالک نے باغ کا دروازہ اندر جا کر کھول دیا۔ مجاہدین اندر داخل ہو گئے پھر جنگ شروع ہوئی۔ مسیلمہ اور اس کے اکثر ساتھی مارے گئے اس طرح یہ خول ریز معرکہ سر ہوا۔

مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں نے حدیقۃ الموت کے قلعہ میں شکست کھائی تھی اس قلعے کے علاوہ دوسرے قلعوں میں بھی مسیلمہ کے ماننے والے موجود تھے بعض اصحاب کا مشورہ تھا کہ ان قلعوں پر حملہ کر کے مسیلمہ کے جانب داروں کا خاتمہ کر دیا جائے مگر جنگ یمامہ کی شدت نے مجاہدین کو تھکا دیا تھا اس لئے بنو حنیفہ کی پیش کش پر صلح کر لی گئی پھر ان پر اسلام پیش کیا گیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حدیقۃ الموت کی جنگ میں بنو حنیفہ کے سات ہزار فوجی قتل ہوئے میدانِ جنگ میں بھی اتنے ہی مرتدین قتل ہوئے تھے جان بچا کر بھاگنے والے

مرتدین کا جب تعاقب کیا گیا تو کچھ اسی قدر افراد ہلاک کئے گئے اس طرح مسیلمہ کے تقریبًا اکیس ہزار حامی موت کے گھاٹ اتر گئے اس کی جھوٹی نبوت کے تانے بانے ہمیشہ کے لئے بکھر گئے جنگِ یمامہ میں تقریبًا بارہ سو مسلمان شہید ہوئے ۲۷۰ مہاجرین ۳۰۰ انصار اور باقی دیگر قبائل کے لوگ تھے۔ ان شہداء میں ۲۷۰ صحابہ کبار اور حفاظ قرآن بھی تھے۔ جو مسلمانوں میں عزت وعظمت کے مقام پر فائز تھے۔

جنگ یمامہ میں سیف اللہ خالد نے مرتدین کی کمر توڑ ڈالی تھی پورا علاقہ مطیع ہو گیا تھا اس فتح مبین کے بعد حضرت ابوبکر نے اطمینان کا سانس لیا۔ مرتدین کے استیصال کے سلسلے کی یہ سب سے اہم جنگ جیت لینے کے بعد خالد بن ولید یمامہ کی ایک وادی دبر میں آرام کے لئے مقیم ہو گئے تا آنکہ انہیں ابوبکر کی جانب سے عراق جاکر ایرانیوں سے لڑنے کا حکم ملا۔

بقیہ مرتدین کا استیصال

جزیرہ نمائے عرب کا جنوبی خطہ جو نصف عرب پر مشتمل ہے خلیج فارس میں یمن کے شمال میں بحیرۂ احمر تک پھیلا ہوا ہے اور اس میں بحرین، عمان، مہرہ حضرموت، کندہ اور یمن کے صوبے واقع ہیں عرب کا سارا جنوبی علاقہ جو ان صوبوں کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہے ایک خوفناک صحرا پر مشتمل ہے جسے عبور کرنا ممکن نہیں اس صحرا کو ربع الخالی کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے شمالی عرب سے جنوبی عرب کے مذکورہ صوبوں تک پہونچنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اس لئے حجاز، عمان، بحرین تک پہونچنے اور عمان و بحرین سے حجاز تک جانے کے لئے طویل ساحلی راستہ اختیار کرنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ

عرب کا شمالی علاقہ جنوبی خطہ سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر ایرانی سلطنت نے ان علاقوں پر توجہ کی اور اپنا اقتدار قائم کر دیا اور بہت سے ایرانی قبائل نے یمن، عمان، بحرین کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ جس کی وجہ سے جنوبی عرب میں ایرانی کلچر، مذہب و سیاست نے اپنا سکہ جما لیا تھا۔ ایرانی اقتدار کی بنیادیں ان علاقوں میں اتنی مستحکم تھیں کہ جب بھی عرب قبائل آزادی کی جدوجہد کرتے ان کی تحریک کچل کر رکھدی جاتی تھی۔

اسلام کی تجلیاں ان علاقوں میں عہدِ رسالت کے آخری ایام میں پہونچیں اور جزیرہ نمائے عرب میں سب سے آخر میں اس علاقہ کے باشندوں نے اسلام قبول کیا اور پھر سب سے پہلے ارتداد کی لہر یہیں پیدا ہوئی اور یہاں کے مرتد باغیوں پر کافی عرصہ میں قابو حاصل کیا جا سکا۔

بحرین

جنگ یمامہ کے بعد مسلمان نے بحرین کے فتنۂ ارتداد کے خلاف جنگی مہم شروع کی چونکہ بحرین یمامہ سے قریب تھا اور مسیلمہ کی شکستِ فاش کا کچھ نہ کچھ اثر بحرین کے مرتدین پر بھی پڑا تھا عہدِ رسالت میں بحرین کا بادشاہ منذر بن ساوی ایک عیسائی تھا۔ ۹ھ میں جب رسول اللہ نے علاء بن حضرمی کو پیغام حق کے ساتھ بحرین بھیجا تو منذر مشرف باسلام ہو گیا۔ رسول اللہ نے بحرین کی حکومت پر اسے قائم رکھا اس نے اپنی قوم میں دینِ حق کی اشاعت کی اور جارود بن معلی کو دینی تربیت حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ کی خدمت میں روانہ کیا حضرت جارود نے دینِ شریعت کا علم حاصل کرنے کے بعد بحرین جا کر اپنی قوم میں اسلامی تعلیمات عام کرنی شروع کر دیں۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی منذر نے بھی اسی زمانے میں وفات پائی عرب کے دوسرے علاقوں کی طرح تمام اہل بحرین مرتد ہو گئے۔ علاء حضرمی کو بحرین چھوڑنا پڑا لیکن جارود بن معلی عبدی

بدستور اسلام پر قائم رہے اور انہوں نے فراست و تبلیغ سے دوبارہ اپنی قوم کو مسلمان بنا لیا۔

بنو عبدالقیس کے علاوہ تمام قبائل بحرین حطم بن ضبیعہ کے زیر اثر بدستور حالت ارتداد پر قائم رہے۔ اور انہوں نے منذر بن نعمان کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور الو عبدالقیس کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام ہوئے تو حطم بن ضبیعہ نے فوج اکٹھا کر کے قبصہ جواثی کے قریب جارود اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ بڑا سخت تھا بھوک اور پیاس کی وجہ سے بنو عبد قیس جاں بلب ہو چکے تھے مگر ثابت قدم رہے مرتد ہونا منظور نہ کیا۔

مدینۂ منورہ سے اسلامی لشکر علاء بن حضرمی کی قیادت میں بنو حنیفہ کے بہادروں کو اپنے ہمراہ لیتا ہوا بحرین پہونچا علاء نے حطم کے قریب خیمہ ڈال دیا اور جارود (جو قلعہ بندی کی مشقتیں جھیل رہے تھے) کے پاس پیغام بھیجا کہ اسلامی لشکر آگیا ہے آپ مطمئن رہیں۔

مرتدین کا لشکر بہت بڑا تھا علاء نے جائزہ لینے کے بعد اپنے گرد خندق کھدوائی اور کبھی کبھی خندق عبور کر کے مرتدین پر حملہ آور ہوتے تھوڑی دیر جنگ کے بعد واپس آجاتے اس طرح ایک ماہ کی مدت گزر گئی۔ فتح کے آثار ناپید تھے۔ ایک شب مرتدین نے بکثرت شراب نوشی کی اور مدہوشی میں شور و غل مچانا شروع کر دیا علاء نے تفتیش حال کے بعد موقع غنیمت جانا اور خاموشی کے ساتھ رات کی تاریکی میں مرتدین کے بے خود لشکر پر حملہ کر دیا اسلامی لشکر نے انہیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ مرتدین جنگ نہ کر سکتے تھے اس لئے جان بچا کر بھاگنے لگے۔ مفرورین کی خاصی تعداد قتل کر دی گئی۔ حطم بن ضبیعہ بھی مقتول ہوا۔ بہت لوگ قیدی بنا لئے گئے جو لوگ قتل ہونے یا قید ہونے سے بچ گئے تھے وہ کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرۂ دارین

میں پناہ گزیں ہو گئے علاء نے بحرین میں امن و امان قائم کرنے کے بعد دارین کا رخ کیا تاکہ مرتدوں کی آخری پناہ گاہ کو زیرنگیں کر لیا جائے۔

دارین کی فتح

علاء بن حضرمی مجاہدین اسلام کو لے کر دارین کی طرف بڑھے بیچ میں سمندر حائل تھا کشتیاں پہلے ہی سے ہٹادی گئی تھیں علاء نے سواری سے اتر کر ساحل پر دو رکعت نماز با جماعت ادا کی اور سب نے یہ دعا مانگی۔

"یا ارحم الراحمین یا کریم یا حلیم یا احد یا صمد یا حی یا محی الموتی یا حی یا قیوم لا الٰہ انت یا ربنا۔"

اس دعا کے بعد مجاہدین اسلام نے بے تردد اپنی سواریاں سمندر میں ڈال دیں تائید غیبی سے سمندر پایاب ہو گیا مسلمان اس شان سے آگے بڑھ رہے تھے گویا وہ ایسی نرم ریت پہ چل رہے ہوں جس پہ پانی ڈال دیا گیا ہو۔ خدا کے فضل سے کسی نقصان کے بغیر اسلامی لشکر دارین پہونچ گیا۔ ایک روایت کے بموجب علاء نے ساحل پر پہونچ کر یقین و اعتماد کے لہجے میں یہ کہا تھا۔

"اے لوگو! تمہیں اللہ نے خشکی میں اپنے نشانات دکھائے ہیں کیا وہ سمندر میں اپنے نشانات نہیں دکھا سکتا اس نے خشکی میں نشانات اسی لئے دکھائے ہیں کہ سمندر کی لہروں میں بھی تمہارے حوصلے قائم رہیں اس لئے بے دھڑک سمندر میں کود پڑو۔ اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہوگا سمندر کی موجوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

مجاہدین نے کہا۔

"اے ہمارے سردار! ہر وقت ہم آپ کا حکم بجا لانے کے لئے تیار ہیں جب ہولناک صحرا ہمیں مرعوب نہ کر سکا تو سمندر ہمارے آگے کیا چیز ہے۔"

(صدیق اکبر صفحہ ۲۲۴)

دارین میں مرتدین سے سخت جنگ ہوئی ایک شبانہ روز کی جنگ کے بعد دشمنوں نے ہزیمت کھائی ان کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کی تلواروں سے لقمۂ اجل بن گئے۔ باقی گرفتار کر لیئے گئے اس جنگ میں اس قدر مالِ غنیمت ہاتھ آیا کہ چھ چھ ہزار دینار سواروں کو اور دو دو ہزار دینار پیادوں کو ملے۔

علاء بن حضرمی کی جنگی کوششوں سے پورا بحرین مطیع ہو گیا۔

(ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۱)

عمان و مہرہ

بحرین سے قریب بحرِ ہند کے ساحل پر عمان واقع ہے یہاں کی اکثر آبادی قبیلۂ ازد سے تعلق رکھتی تھی یہاں ایرانیوں کی جانب سے جیفر نامی سردار حاکم تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رسول اللہ کا پیغام ہدایت لے کر اس کے پاس پہونچے۔ جیفر نے اس شرط پر اسلام قبول کیا کہ عمان کا مال زکوٰۃ یہیں کے غرباء میں تقسیم کیا جائے گا عمان کے عرب باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب رسولِ گرامی کا وصال ہوا تو ازد کے لوگ مرتد ہو گئے۔ لقیط بن مالک ازدی نے نبوت کا دعوی کیا اور مرتدین کا قائد بن گیا اپنی قوت کو بروئے کار لا کر اس نے عمان پر قبضہ کر لیا۔ جیفر نے دربارِ خلافت میں عمان کی صورتِ حال کی اطلاع دی۔ جیفر اور عبید نے پہاڑوں میں پناہ لے لی۔

حضرت صدیق اکبر نے حذیفہ بن محصن کو عمان اور قبیلۂ ازد کے ایک شخص عرفجہ بن حرثمہ کو مہرہ کی مہم پر روانہ کیا۔ حکم دیا کہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کریں اور جنگ عمان سے شروع کریں عمان کی جنگ میں حذیفہ قائد ہوں گے جنگ مہرہ میں لشکر کی سربراہی عرفجہ کریں گے۔

عمان پہونچ کر جیفر اور عبید کو اسلامی لشکر کی آمد سے آگاہ کیا گیا وہ دونوں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صحار آئے اور وہاں سے چل کر اسلامی لشکر میں مل گئے۔

لقیط مرتدین کی فوج کے ساتھ دبا کے میدان میں فروکش تھا اسلامی لشکر نے دبا پہونچ کر جنگ کا آغاز کیا گھمسان کا رن پڑا ابتدا میں لقیط کی فوج حاوی تھی مسلمان سخت پریشان تھے شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے عین اسی حالت میں خریت بن راشد بنی ناجیہ کا لشکر لے کر اور سیحان بن صوحان بنی عبدالقیس کی ایک جماعت کے ساتھ رزم گاہ میں وارد ہوئے اس کمک کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے پوری شدت کے ساتھ لقیط کی فوج پر حملہ کیا آناً فاناً جنگ کا پانسہ پلٹ گیا دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دس ہزار مرتدین قتل ہوئے کافی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ مرتدین کا قلعہ قمع کرنے کے بعد امن و امان کی فضا وسیع کرنے کے لئے حذیفہ نے یہیں قیام کیا۔ عرفجہ مالِ غنیمت کا خمس لے کر مدینہ چلے گئے۔

جنگ عمان سے فراغت کے بعد حضرت عکرمہ اسلامی فوج کے ساتھ مہرہ پہونچے ان کے ساتھ ان قبائل کے سرفروشوں کی کثیر تعداد تھی جو ارتداد سے تائب ہو کر دوبارہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے تھے۔

مہرہ کے اندر ازد، عبد القیس، بنی سعید کے لوگ تھے یہ لوگ دو گروہوں میں منقسم ہو کر حکومت کے لئے نبرد آزما تھے۔ عکرمہ نے دونوں گروہوں کو اسلام کی دعوت دی ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا لیکن دوسرا گروہ اپنی حالت پر قائم رہا عکرمہ نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر دوسرے فریق پر حملہ کر دیا اس محاذ پر دبا سے کہیں زیادہ خوں ریز جنگ ہوئی بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور ان کو کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

اس فتح مبین نے مہرہ میں اسلامی شوکت کا سکہ بٹھا دیا اور اطراف و جوانب کے رہنے والے، نجد، روضۂ ساحل، جزائر، مر، لسان، جو، ظہور الشجر، فرات، ذات الخیم کے لوگ مشرف باسلام ہو گئے۔

عکرمہ امن و امان کے قیام کے لئے چند روز مہرہ میں مقیم رہے پھر

دربارِ خلافت کے حکم پر مہاجر بن امیہ کی مدد کے لئے ایک بڑے لشکر کے ساتھ یمن کی جانب روانہ ہوئے۔

(ابن خلدون ج ۳ صفحہ ۲۷۰)

یمن کی بغاوت کا خاتمہ

یمن کے اندر اسود عنسی کی شورش ارتداد اور اس کے قتل کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر یمن پہونچی تو اسود عنسی کے نام لیواؤں کے حوصلے بڑھے اور انہوں نے اسود عنسی کے مقبوضات کو دوبارہ حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کردی۔ عرب کے دوسرے علاقوں میں ارتداد کی لہر نے اسود عنسی کے مددگاروں کو تقویت پہونچائی عمرو بن معدیکرب جو شاعر ہونے کے باوجود اعلیٰ درجہ کا بہادر بھی تھا اس کی شجاعت کی دھاگ پورے عرب پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے موقع غنیمت سمجھ کر مسلمانوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کردیا قیس بن عدی غوث کو ہمنوا بنا لیا۔ اسود عنسی کے خاتمہ کے بعد دربارِ خلافت سے صنعا کی حکومت فیروز کو تفویض ہوئی تھی جو ایرانی تھا اور اسود کے قتل میں نمایاں کارنامہ انجام دیا تھا اس کا ساتھی قیس بن عدی غوث خود حاکم بننا چاہتا تھا اس لئے درپردہ فیروز اور دازدیہ کا مخالف بن گیا اور یمن سے ایرانیوں کے انخلاء کی تدبیریں سوچنے لگا اقتدار کی ہوس نے اسے عمرو بن معدیکرب سے خفیہ ساز باز پر مجبور کر دیا عمرو کی فوجیں صنعا کی طرف بڑھیں قیس نے فیروز اور دازدیہ کو اپنے مکان پر مدعو کیا اور دھوکہ سے دازدیہ کو قتل کر ڈالا فیروز صنعا سے فرار ہو کر جبال خولان میں قیام کیا صنعا پر قیس کا قبضہ ہو گیا اس طرح یمن میں عمرو بن معدیکرب کی تحریک کو مزید فروغ کا موقع ملا۔

فیروز نے ان قبائل کو ساتھ لیا جو بدستور اسلام پر قائم تھے اور اس طرح مذہب کے نام پر وطنی عصبیت کے خاتمہ کے لئے آگے بڑھا بنی عک اور

بنو عقیل بن ربیعہ نے ساتھ دیا وہ فوج مرتب کرکے قیس کے مقابلے پر آیا صنعا سے کچھ فاصلہ پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا قیس نے شکست کھائی فیروز دوبارہ صنعا پر قابض ہو گیا قیس نے راہِ فرار اختیار کی اور عمرو بن معدیکرب کے پاس چلا گیا۔

عمرو بن معدیکرب اور قیس بن عبد غوث دونوں نے قبائل یمن میں جا جا کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نجران کے عیسائیوں کے علاوہ باقی تمام قبائل نے عمرو بن معدیکرب کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے لیکن یمن کے مسلمان مطلق پریشان نہ ہوئے۔

اس لئے کہ عکرمہ نے مہرہ سے یمن پہونچ کر مقام ابین میں لشکر کو فروکش کر دیا دوسری جانب مہاجر بن امیہ اپنی فوج کے ساتھ یمن پہونچے۔

یمن کے باغیوں کو جب دونوں اسلامی لشکروں کا علم ہوا تو وہ شش و پنج میں پڑ گئے انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا اپنی موت کو دعوت دینا ہے دوسری جانب عمرو اور قیس کے درمیان تفریق پیدا ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو زک پہونچانے کی کوشش شروع کر دی عمرو نے مسلمانوں سے مل جانے کا فیصلہ کیا ایک رات اس نے قیس پر شب خوں مارا اور اسے گرفتار کرکے مہاجر کے سامنے پیش کیا مہاجر نے قیس اور عمرو دونوں کو گرفتار کرکے دار الخلافہ مدینہ بھیج دیا۔ حضرت ابوبکر نے دونوں کو معاف کرکے ان کے قبیلوں میں لوٹا دیا۔

مہاجر نے صنعا پہونچ کر ان سرکش گروہوں کی سرکوبی شروع کی جو اسود عنسی کے زمانے میں فتنہ و فساد برپا کرکے ملک کے امن و امان کو غارت کر رہے تھے۔ دوسری طرف عکرمہ جنوبی یمن میں قبائل نخع اور حمیر کی سرکوبی کرتے رہے اس طرح پورے یمن میں مکمل امن و امان قائم ہو گیا۔ فتنوں کی جڑیں کٹ گئیں لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

کندہ اور حضر موت

یمن سے قریب ہی کندہ اور حضر موت واقع ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کندہ اور حضر موت کا گورنر زیاد بن عبید انصاری کو مقرر فرمایا تھا جن کے ذمہ صدقات و زکوٰۃ کی وصولی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ و اشاعت بھی تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب ارتداد کی ہوا چلی تو یہ علاقے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ زیاد نے مسلمان قبائل کی مدد سے فتنۂ ارتداد کو جڑ پکڑنے سے پہلے ہی ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں بنو عمرو بن معاویہ پر حملہ کر دیا مردوں کو قتل اور عورتوں کو گرفتار کر کے اس راستے سے واقع ہوئے جو اشعث بن قیس رئیس کندہ کے قبیلہ کے قریب سے ہو کر گزرتا تھا جب قافلہ اشعث کے قبیلہ کے سامنے پہونچا قیدی عورتوں نے چیخ چیخ کر کہا۔ "اے اشعث! تری خالاؤں کی عزت خطرے میں ہے۔ ترا فرض ہے کہ تو ان کو ذلت و رسوائی سے بچائے"۔

یہ فریاد سن کر اشعث کی قومی غیرت بیدار ہوئی اور اس نے قسم کھالی کہ یا تو ان عورتوں کو مسلمانوں سے چھڑا لے گا یا خود وہ جان دے دے گا۔

اشعث بن قیس رسول اکرم کی زندگی کے آخری ایام میں بنی کندہ کے اسی افراد کے ساتھ مدینہ آیا اور اسلام قبول کر لیا تھا اور کندہ واپس آیا لیکن قیدی عورتوں کی فریاد سے متاثر ہو کر اس نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا تہیہ کر لیا۔ قبیلہ کے جوانوں کی مدد سے بنو عمرو کی اسیر عورتوں کو آزاد کرا لیا اور اسی دن سے وہ کندہ و حضر موت میں اسلام کے خلاف بغاوت و سرکشی کا قائد بن گیا اور شورش ارتداد کی ہوا کو خوب گرم کیا اور بیشتر قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس صورتِ حال سے زیاد کافی پریشان ہوئے انہوں نے مہاجر کو فوراً کندہ بلایا اس وقت مہاجر اور عکرمہ یمن کی بغاوت ختم کر کے حالات پر قابو پا چکے تھے اس لئے مہاجر صنعا سے اور عکرمہ عدن سے اپنی اپنی فوج کے ساتھ چل پڑے مآرب میں دونوں لشکر مل گئے اور صہیر کا ریگستان طے

کرتے ہوئے آگے بڑھے مہاجر نے پوری فوج عکرمہ کے حوالہ کی اور خود ایک دستہ لے کر تیزی کے ساتھ کندہ پہونچے اور اشعث کی فوجوں پر حملہ کرکے اسے شکستِ فاش دے دی اشعث بھاگ کر قلعہ نجیرہ میں پناہ گزیں ہوگیا۔

نجیرہ ایک مضبوط قلعہ تھا اس کی تسخیر آسان نہ تھی وہاں تک پہونچنے کے تین راستے تھے۔ ایک راستہ پر زیاد اور دوسرے پر مہاجر قابض ہوگئے۔ تیسرا راستہ کھلا تھا جس کے ذریعہ قلعہ تک امداد و رسد باقاعدہ پہونچ رہی تھی جب عکرمہ وہاں پہونچے تو تیسرے راستے پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اس طرح رسد کے سارے راستے مسدود ہوگئے عکرمہ نے اپنے سواروں کو کندہ سے ساحل بحر تک پھیلا دیا تاکہ باغیوں کا صفایا کریں۔

نجیرہ کے محصورین نے اپنی قوم کی تباہی دیکھ لی تھی اب ان کی نگاہوں کے سامنے موت گردش کر رہی تھی انہوں نے طے کیا کہ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور یہ عہد کیا کہ کوئی شخص مسلمانوں کے مقابلہ میں راہِ فرار اختیار نہ کرے گا۔

جب صبح ہوئی اہل قلعہ تینوں راستوں سے جنگ کے لئے باہر نکلے لیکن مسلمانوں کی شجاعت و کثرت کا ایسا رعب طاری ہوا کہ انہیں اپنی شکست و موت کا یقین ہوگیا اس وقت اشعث اپنی جان عزیز بچانے کی فکر میں پڑا اور عکرمہ کے پاس آیا اور کہا کہ وہ مہاجر سے کہہ کر اس کی اور اس کے نو ساتھیوں کی جاں بخشی کرا دیں اس کے بدلے قلعے کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دئے جائیں گے۔ درخواست منظور کرلی گئی اور ناموں کی فہرست طلب کی گئی گھبراہٹ میں اشعث نے اپنے نو آدمیوں کے نام تو لکھ دئے مگر خود اپنا نام لکھنا بھول گیا قلعہ کا دروازہ کھل گیا اسلامی سپاہ قلعہ میں داخل ہوئی اور جنگ میں حصہ لینے والے تمام باغیوں کو قتل کر ڈالا اور ایک ہزار عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ مہاجر نے خمس مدینہ روانہ کر دیا۔

حضرت ابوبکر نے درخواست رحم پر اشعث کو معاف کردیا اس نے دوبارہ سچے دل سے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ ہی میں اقامت گزیں ہوگیا۔

مہاجر اور عکرمہ کی مساعی سے کندہ و حضرموت کی بغاوت کا خاتمہ ہوگیا مہاجر نے باغیوں کے ساتھ بڑی سخت کارروائیاں کیں جن سے پورا علاقہ بغاوت کے جراثیم سے پاک و صاف ہوگیا۔

اب تمام عرب سے بغاوتوں، شورشوں اور نقلی نبیوں اور ان کے متبعین کا خاتمہ ہوچکا تھا تمام قبائل عملی طور پر اسلام کے زیرنگیں آچکے تھے. اللہ نے اپنے دین کو عزت دے کر اسے غلبہ عطا فرمادیا تھا اسلامی حکومت کی بنیادیں اقصائے عرب میں مضبوطی سے قائم ہوچکی تھیں۔

ابوبکر صدیق نے مہاجر کو ان کی حربی خدمات کے صلہ میں یمن کی امارت تفویض فرمادی. منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کی جنگیں سنہ ۱۱ھ میں شروع ہوئیں سنہ ۱۲ھ میں ان مہمات سے فراغت حاصل ہوئی۔

فتوحات

ملک عرب سے دنیا کی دو عظیم حکومت روم وایران کی سرحدیں شام و عراق میں ملی ہوئی تھیں روم کے بادشاہ کو قیصر اور ایران کے تاجدار کو کسریٰ کہا جاتا تھا یہ دونوں سلطنتیں وسیع رقبہ پر پھیلی ہوئی تھیں. مذہب اور کلچر کے اختلافات نے انہیں ہمیشہ نبرد آزما رکھا دونوں حکومتوں کے سربراہ عرب کو ہمیشہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے مگر بادیہ نشین عربوں نے اپنی فطری شجاعت اور حریت پسندی سے ان کو ہمیشہ ناکام بنایا اور کسی کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا پسند نہ کیا. عربوں سے شامی علاقوں کی حفاظت کے لئے

قیصر روم نے شام سے متصل عرب کی جنوبی سرحد پر قبیلۂ غسان کی باجگذار عرب حکومت قائم کر دی تھی۔ دوسری جانب کسریٰ نے یمن اور بحرین کو اپنا باجگذار بنا کر اپنے گورنر مقرر کر دئے تھے مگر انہیں پورے عرب پر کبھی غلبہ حاصل نہ ہو سکا۔ تاہم وہ بحرین ویمن کے واسطے سے پورے عرب کو اپنا غلام تصور کرتے تھے۔

عہدِ رسالت میں بحرین اور یمن کے عرب قبائل نے اسلام قبول کر لیا اور ایرانیوں کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا تو کسریٰ کی تیوری پر بل پڑ گئے اور اس نے عربوں کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا دوسری طرف اسلام کی مقبولیت اور شہرت نے قیصرِ روم کو پریشان کر دیا۔ چنانچہ اس نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں بازوں کے ساتھ شام کی طرف بڑھے۔ ایلہ، جربہ، اذرج اور دومۃ الجندل کے عمال نے جزیہ دینے کی شرط پر اطاعت قبول کر لی تھی۔ تبوک کے معرکوں میں بعض گورنروں نے اسلام قبول کر لیا جس کی وجہ سے پوری رومی سلطنت اسلام دشمنی میں نقطہ شباب پر پہونچ گئی تھی اس وجہ سے مدینہ پر ہرقل کی فوج کشی متوقع ہو چکی تھی۔ چناں چہ سرکار نے حیات ظاہری کے آخری دنوں میں رومیوں سے جنگ کے لئے جیش اسامہ ترتیب دیا جسے حضرت ابوبکر نے اپنی خلافت میں شام کی مہم پر روانہ کیا۔

قیصر و کسریٰ کے لئے عرب میں اسلامی حکومت کا قیام اور متفرق عرب قبائل کا دائرۂ اسلام میں داخل ہوکر متحد ہو جانا دائمی دردِ سر بن گیا انہوں نے اپنی دیرینہ مخاصمتوں اور مناقشوں کو فراموش کر کے عسکری سیلاب کا رخ مدینہ کی طرف پھیر دینا چاہا اور عرب کی شمالی و مشرقی سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی اس طرح اسلام کی حکومت کے لئے دنیا کی دو عظیم طاقتوں کا اندیشہ شدت اختیار کر گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی اندرونی بغاوتوں شورشتوں اور ہنگاموں کو فرو کرنے کے لئے مجاہدین اسلام کی مختلف جماعتیں عرب کے علاقوں میں بھیج دیں ایک سال کے اندر ہی اللہ کی نصرت خلیفۂ رسول کی حکمتِ عمل اور مجاہدینِ اسلام کی مثالی شجاعت سے اندرون عرب اسلام دشمن تحریکوں اور بغاوتوں کا خاتمہ ہوگیا۔

فتوحاتِ عراق ۱۲ھ

عراق عرب کے مشرق میں واقع ہے جہاں عہدِ قدیم سے عرب قبائل بنولخم، تغلب، ایاد، نمر، بنوشیبان اور یربوع آباد تھے رومی حملوں کے وقت ایرانی فوج کا دست و بازو بن کر دادِ شجاعت دینے کے باوجود ایرانی نظام کی گرفت ان پر کبھی ڈھیل نہ ہوئی عرب کاشت کاروں کے ساتھ ان کے انسانیت سوز رویہ نے ان کو دکھی بنا رکھا تھا اور وہ کسی طرح بھی ایرانی جبر و استبداد سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے بالآخر ان کے مقاصد کی تکمیل کے دن آگئے ان کی خوش نصیبی سے خسرو کی ہلاکت کے بعد ایران کی کیانی سلطنت خانہ جنگی کی کشمکش میں مبتلا ہوگئی اور اس کے اقتدار کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی چناں چہ عراق کے عرب قبائل آزادی کے لئے آمادہ ہوگئے۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی جو قبیلۂ بنی بکر کے معزز سردار تھے یہ قبیلہ بحرین میں رہتا تھا ارتداد کی لہر میں یہ قبیلہ بھی مرتد ہوگیا مگر حضرت مثنیٰ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جب علاء بن حضرمی نے مرتدین بحرین کے خلاف جنگی مہم کا آغاز کیا تو مثنیٰ کو راستوں کی حفاظت کا کام سونپا مثنیٰ نے آٹھ ہزار افراد اپنے گرد جمع کر کے اپنے فرائض بخوبی

انجام دئے ارنداد کا فتنہ فرو ہو جانے کے بعد انہوں نے اپنے فوجی دستہ کے ساتھ عراق کی جانب پیش رفت شروع کر دی اور انہیں اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ عراق پر لشکر کشی کا مناسب وقت آچکا ہے اس لئے وہ دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے عراق کے تمام حالات سے باخبر کرتے ہوئے کہا شام کی بہ نسبت عراق کی فتح آسان ہے۔ ایرانیوں کے ہاتھوں ستم رسیدہ عرب قبائل ایرانیوں سے نفرت کے باعث اپنے ہم وطن عربوں کا ساتھ ضرور دیں گے اس طرح اسلام کی اشاعت کے لئے بھی فضا سازگار ہوگی۔ حضرت ابوبکر نے یہ مسئلہ شوریٰ کے سامنے رکھا بحث و تمحیص کے بعد مثنیٰ کو عراق پر لشکر کشی کی اجازت دی گئی اور وہ اپنا لشکر لے کر حدودِ عراق میں داخل ہوئے دوسری جانب حضرت خالد بن ولید کو دس ہزار سپاہ کے ساتھ عراق کی مہم پر ۱۲ھ میں روانہ کیا گیا حضرت مثنیٰ کو حکم بھیجا کہ وہ خالد بن ولید کے زیر فرمان رہیں عیاض بن غنم کو لکھا کہ وہ حضرت خالد کے پاس پہونچ کر ان کی قیادت میں کام کریں۔ حضرت خالد کو ہدایت تھی کہ وہ جنگ کا آغاز مقام ابلّہ سے کریں جو خلیج فارس کے قریب ایک تجارتی شہر تھا۔ ہندو سندھ کے تجارتی قافلے یہیں سے سفر شروع کرتے تھے۔

تینوں اسلامی لشکر مختلف راستوں سے عراق میں داخل ہوتے اور ایک مقام پر خالد اور مثنیٰ مل گئے اور لشکر کی تعداد ۱۸ ہزار ہو گئی۔ خالد نے لشکرِ اسلام کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کے سردار مثنیٰ بن حارثہ تھے۔ دوسرا حصہ عدی بن حاتم کی سرکردگی میں تھا اور تیسرا حصہ حضرت خالد کے ماتحت تھا۔ یہ تینوں لشکر ایک ایک دن کے فاصلے سے حضیر کی طرف بڑھے جہاں ہرمز ایرانیوں کی طرف سے حاکم تھا حضرت خالد نے روانگی سے قبل ہرمز کے نام یہ خط روانہ کیا۔

"تم اسلام لاؤ محفوظ رہوگے یا اپنی قوم کی طرف سے جزیہ دینا

قبول کرو ورنہ پھر سوائے اپنے آپ کے کسی کو ملامت نہ کرنا کیونکہ میں ایسی قوم کو تمہارے مقابلہ پر لا رہا ہوں جو موت کی اس قدر خواہاں ہے جس قدر تم زندگی کے خواہاں ہو۔"

(طبری ج ۲ ص ۵۵۴)

جنگِ ذات السلاسل

ہرمز کا علاقہ خلیج فارس اور کاظمہ کے سرحدی شہر کے قریب صحرا کے کنارے واقع تھا۔ ہرمز حسب ونسب اور شرف وجاہت میں امرائے ایران میں ممتاز تھا اس کی زر و جواہر سے مرصع ٹوپی ایک لاکھ درہم کی تھی جو وقار و تمکنت میں اعلیٰ درجہ پر فائز امیر ہی پہن سکتا تھا۔

ایرانیوں میں وہ معزز و محترم ضرور تھا مگر عراق میں بسنے والے عرب اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیوں کہ وہ عربوں پر تمام ایرانی امراء سے زیادہ ظلم کرتا تھا۔

جب خالد کا مکتوب ہرمز کو ملا تو اس نے خط شاہِ ایران کے پاس بھیج دیا خود ایک لشکر لے کر حفیر کی طرف بڑھا خالد سے پہلے حفیر پہونچ کر پانی پر قبضہ کر لیا اسلامی لشکر نے پریشانی کا ذکر خالد سے کیا تو انہوں نے کہا فکر نہ کرو یہیں پڑاؤ ڈالو اور دشمن سے بے جگری کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ مجھے یقین ہے کہ پانی پر اسی فریق کا قبضہ ہو گا جو لڑائی میں صبر و استقامت کا ثبوت دے گا۔ تھوڑی دیر میں بارش ہوئی اور ارد گرد کے چشمے بھر گئے فریقین نے حفیر کے میدان میں صف آرائی کی۔

ہرمز نے ایرانی لشکر کے میمنہ و میسرہ پر شاہی خاندان کے دو آدمی قباذ اور انوش جان کو متعین کر رکھا تھا۔ آغازِ جنگ سے پہلے ہرمز باہر نکلا اور خالد کو دعوتِ مبارزت دی ہرمز کا خیال تھا کہ اگر سپہ سالار اسلام کو قتل کر دے گا تو فتح یقینی ہو جائے گی مگر وہ خالد کی شجاعت و جاں بازی سے بھی

واقف تھا اس لئے اس نے اپنے آدمیوں کو مقرر کر دیا تھا کہ جوں ہی خالد باہر نکلے اس پر اچانک حملہ کر کے قتل کر دینا خالد بن ولید سواری سے اتر کر ہرمز کی طرف بڑھے اور ہرمز پر حملہ آور ہوئے اسی اثناء میں ہرمز کے منتخب سوار خالد پر جھپٹے مگر قعقاع بن عمرو دشمنوں پر نظر جمائے ہوئے تھے ایرانیوں کو آتا دیکھ کر اپنے دستہ کے ساتھ آگے بڑھے اور ان کے خالد تک پہونچنے سے پہلے ہی ان کو تلواروں کی زد پر لے لیا۔ خالد نے ہرمز کو قتل کر دیا دونوں لشکر نبرد آزما ہوئے لیکن سپہ سالار کے مارے جانے کی وجہ سے ایرانیوں کے حوصلے پست پڑ چکے تھے زیادہ دیر جنگ نہ کر سکے جلد ہی شکست کھا کر بھاگنے لگے مسلمانوں نے دریائے فرات کے پل تک ان کا تعاقب کیا میدانِ جنگ صاف ہونے کے بعد حضرت خالد نے معقل بن مقرن مزنی کو ایلہ جا کر مالِ غنیمت اور قیدیوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور مثنیٰ بن حارثہ کو مفرور لشکر کے تعاقب میں روانہ کیا۔

اثنائے تعاقب مثنیٰ کا گزر ایک ایرانی شہزادی کے قلعہ سے ہوا جس کے قریب اس کا شوہر ایک دوسرے قلعہ میں رہتا تھا معنیٰ بن حارثہ نے شہزادی کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مثنیٰ نے اس کے خاوند کے قلعہ کا محاصرہ کر کے اسے شکست دے دی جب شہزادی کو اپنے شوہر کی شکست کا علم ہوا تو اس نے معنیٰ سے صلح کر کے ان سے شادی کر لی۔

اس جنگ کے نتائج دور رس ثابت ہوئے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ایرانی لشکر کی سطوت وصولت ان کے مقابلہ میں خاک میں مل گئی ہرمز مارا گیا اور ہزاروں ایرانی سپاہی ان کی تلواروں کی زد میں آکر ہلاک ہو گئے۔

مالِ غنیمت سے اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کو اسلحوں کے علاوہ ایک ہزار درہم ملے حضرت خالد کو ہرمز کی ٹوپی بطور انعام دربارِ خلافت سے تفویض ہوئی۔

جنگ مذار

ہرمز نے ذات السلاسل کی جنگ سے پہلے کسریٰ سے فوجی مدد طلب کی تھی چناں چہ ایک ایرانی لشکر قارن بن قریانس کی سرکردگی میں حفیر کی جانب روانہ کیا گیا۔ جن میں قباد اور انوشجان بھی تھے ابھی یہ لشکر مذار پہونچا تھا کہ اسے ہرمز کے ہزمیت یافتہ سپاہی بھاگتے ہوئے ملے۔ قارن نے انہیں روکا اور اپنے لشکر میں شامل کر کے دوبارہ جنگ کے لئے آمادہ کر لیا۔

جب مثنیٰ کو قارن کے عظیم لشکر کا علم ہوا تو انہوں نے تنہا جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت خالد کو شام کے حالات سے مطلع کیا حضرت خالد تیزی کے ساتھ مذار پہونچے۔ ہرمز کی شکست فاش نے ایرانیوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکا دی تھی۔ قباد اور انوشجان نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی ذلت و رسوائی کے داغ کو دھونا چاہا جو معرکۂ حفیر کی شکست نے لگایا تھا۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں کی قومی غیرت کو بیدار کیا اور مسلمانوں سے جنگ کے لئے پہلے سے زیادہ تیار کر دیا۔

مذار کے میدان میں جنگ کا آغاز ہوا انتقام کے جذبات سے سرشار ایرانی بہادری کے جوہر دکھانا چاہتے تھے مگر مسلمان مجاہدین کے سامنے ان کی پیش نہ چلی۔ مجاہدین اسلام ایرانیوں کو تہ تیغ کر رہے تھے ایرانی لشکر کے سردار قارن، قباد، انوشجان اپنی شجاعت، دلیری کے باوجود تہ تیغ کر ڈالے گئے۔ ایرانیوں میں بے چینی پیدا ہو گئی مسلمانوں نے ان پر شدید حملہ کر دیا جن سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہے تھوڑی ہی دیر میں قوت و طاقت پر فخر کرنے والا ایرانی لشکر میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگا۔ تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے باقی کشتیوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔ کچھ نہر میں ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ یہ جنگ صفر ۱۲ھ میں ہوئی۔

(طبری ج ۲ ص ۵۵۱، ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷)

جنگ کے بعد حضرت خالد نے مفتوحہ علاقوں کا نظم ونسق درست کیا اور عام رعایا سے نرمی کا برتاؤ کیا کاشتکاروں کو ان کی زمینوں پر بحال رکھا گیا علاقہ کے تمام لوگ ذمّی قرار پائے اور ان پر جزیہ لگایا گیا۔ جزیہ وصول کرنے کے لئے جا بجا عمال مقرر کئے گئے۔ حفاظت کے لئے فوجیں متعین کر دیں۔

خالد کی جنگی تدبیروں اور مجاہدینِ اسلام کی بے جگری نے ابتدائی جنگوں ہی میں کسریٰ کے طاقت ور فوجوں کے دم خم اور حوصلے سرد کر دئے۔

جنگِ ولجہ ۱۲ھ

کسریٰ کو جب قارن کی ہزیمت کا علم ہوا اس نے ایک تازہ دم فوج اندرزغر کی سپہ سالاری میں ولجہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے پیچھے دوسرا لشکر بہمن جادویہ کی قیادت میں اندرزغر کی معاونت کے لئے بھیجا اندرزغر نے ان عیسائی قبائل کو جو دجلہ وفرات کے درمیانی علاقوں میں آباد تھے حریت کے نام پر اپنے گرد جمع کر لیا اس طرح اندرزغر ایک عظیم لشکر کے ساتھ ولجہ پہونچے ایرانی لشکر بہت قوی تھا دونوں لشکر مقابل ہوئے بڑی سخت جنگ شروع ہوئی دونوں فریق جم کر جنگ کرتے رہے۔ حضرت خالد نے پہلے ہی مقابلے کی سختی کا اندازہ کر لیا تھا اس لئے انہوں نے جنگ سے پہلے اپنی فوج کا ایک حصّہ کمین گاہ میں چھپا دیا تھا بقیہ لشکر کا اور حصّہ مقابل ہوا تھا جب جنگ پورے شباب پر تھی حضرت خالد مصلحتاً پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے جس وقت ایرانی لشکر کمین گاہ سے آگے بڑھا۔ چھپے ہوئے مسلمانوں نے کمین گاہ سے نکل کر ایرانی لشکر پر عقب سے حملہ کر دیا ادھر پسپا ہونے والا اسلامی لشکر ٹھہر گیا۔ حضرت خالد نے ایک کوس کا چکر لگا کر دشمنوں کے دائیں بازو پر سخت حملہ کر دیا لشکر فارس ناگہانی حملے سے گھبرا گیا ہزاروں فوجی قتل ہوئے باقی لشکر نے راہِ فرار اختیار کی اندرزغر اثنائے

راہ میں تشنگی سے مرگیا۔ حضرت خالد نے عرب دہقانوں کو امان دی اور انہیں ذمی بنالیا۔ (ابن خلدون ج ۲ ص ۲۷۷)

جنگِ اُلّیس

جنگِ ولجہ میں عرب عیسائیوں نے بھی ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا شکست کا صدمہ ان لوگوں کو کچھ زیادہ ہی تھا جابر بن بجیر اور ابن عبد الاسود عجلی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے چنانچہ ان کے ہم قبیلہ بنی وائل اور بنی عجل مسلمانوں سے انتقام کے لئے کافی مشتعل تھے وہ مجتمع ہونے لگے اور کسریٰ سے فوجی مدد مانگی چنانچہ اس نے بہمن جاذویہ کو لکھا کہ مقام اُلّیس میں جاکر عرب عیسائیوں کی مدد کرو اور ان کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرو۔ بہمن نے جابان کو ایرانی لشکر کے ساتھ آگے روانہ کردیا اور خود کسریٰ کے پاس بغرض مشورہ چلا گیا اور اُلّیس جانے کی اسے فرصت نہ ملی اور اس نے کوئی حکم بھی نہ بھیجا جابان عیسائیوں کے پاس اُلّیس پہونچ گیا حضرت خالد کو خبر ہوئی تو وہ فوج لے کر اُلّیس پہونچے عرب عیسائیوں کا لشکر مقابلہ پر آیا جابان نے جنگ میں شرکت نہ کی وہ عیسائیوں کو مسلمانوں سے جنگ کی ترغیب دیتا رہا حضرت خالد نے عرب سردار کو قتل کر ڈالا۔ تاہم عرب عیسائی بڑے شدومد کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرتے رہے مگر بہمن کے نہ آنے کی وجہ سے عرب عیسائیوں کے حوصلے پست پڑنے لگے جابان نے موقع کی نزاکت کو محسوس کیا اور عربوں میں اپنے آدمی بھیجے اور یہ اعلان کرنا شروع کردیا کہ بہمن جاذویہ ایک لشکر جرار لے کر ان کی مدد کے لئے عنقریب پہونچ رہا ہے اس کی آمد تک مسلمانوں سے بہادری کے ساتھ مقابلہ جاری رکھا جائے۔ عیسائیوں نے عزم کے ساتھ پھر جنگ شروع کی اس حوصلہ کو دیکھ کر حضرت خالد نے مسلمانوں کو بھرپور حملہ کا حکم دیا عیسائیوں کو جنگ کرتے ہوئے دیر ہوچکی تھی ان کی امیدوں کا واحد سہارا بہمن جاذویہ تھا کیوں کہ

اس کی آمد کے بعد ہی ایرانی فوج ان سے مل کر جنگ میں حصّہ لے سکتی تھی لیکن بہمن کا کہیں پتہ نہ تھا جابان بھی حیران تھا۔ مسلمانوں کا دباؤ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ آخر دشمنوں کی طاقت ٹوٹنے لگی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہونے لگے۔ حضرت خالد نے فوج میں اعلان کر دیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے اور انہیں زندہ گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ اس طرح عرب عیسائیوں کے گروہ قیدی بنا کر لائے جانے لگے۔

جابان کا ایرانی لشکر جو جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا اطمینان سے کھانے پر بیٹھا تھا کہ مسلمان ان پر لوٹ پڑے وہ کھانا چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

الیس کے قریب امغیشیا نامی شہر تھا جو آبادی کی کثرت اور مال و دولت میں حیرہ کا ہم پلّہ تھا اس کے باشندوں نے بھی جنگ اُلیس میں عیسائیوں کی مدد کی تھی جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت خالد نے امغیشیا کا رخ کیا وہاں کے باشندے جنگ کئے بغیر بھاگ گئے اور مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت ملا جس سے ہر مجاہد کو پندرہ سو درہم ملے۔

(طبری ج ۲ ص ۵۶۱ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۹)

فتح حیرہ ۱۲ھ

عراق میں مسلمانوں کی شاندار فتوحات نے ایرانیوں کو شکستہ خاطر بنا دیا تھا۔ اردشیر شاہ ایران کی موت کے بعد ایرانی خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے تخت و تاج کی جنگ نے مسلمانوں کی طرف رخ کرنے کا موقع نہ دیا اگرچہ ایرانیوں کے لئے عراق کے ہارے ہوئے علاقوں کا بزورِ شمشیر واپس لینا ناممکن تھا مگر حضرت خالد عراق کے اندر مقیم ان قبائل سے غافل نہ تھے جنہوں نے جنگِ اُلیس میں شکست کھائی تھی ان کے زخم ہرے تھے انتقام کی آگ ان کے سینوں میں سلگ رہی تھی وہ کسی بھی وقت ایرانیوں کی شہ پر مسلمانوں کے لئے عظیم خطرہ ثابت ہو سکتے تھے اس لئے اگر اسی وقت

بغاوت اور سرکشی کے جراثیم کا خاتمہ نہ کیا گیا تو عرب کے قبائل بغاوت کی فضا پیدا کرنے سے نہ چوکیں گے ان حالات کے پیشِ نظر حضرت خالد نے سوچا حیرہ کو جتنی جلد ہو سکے فتح کر لینا چاہیئے تاکہ دریائے فرات کے مغرب سے جزیرہ نمائے عرب کے حدود تک سارا علاقہ مسلمانوں کے زیرنگیں آجائے اور انہیں پشت کی جانب سے کسی حملہ کا خطرہ نہ رہے۔

حضرت خالد اسلامی لشکر کے ساتھ براہ دریا کشتیوں میں سوار ہو کر عراق کے قدیم تمدنی شہر حیرہ کی جانب بڑھے جس پر ۲۵ سال پہلے عربوں کی حکومت قائم تھی لیکن اب اس پر ایرانیوں کا تسلط تھا اور یہاں کا گورنر ایک ایرانی مرزبان آزادیہ تھا وہ بھی الیس اور امغیشیا کی جنگوں کے نتائج سے بے خبر نہ تھا اسے یقین تھا کہ مسلمان حیرہ پر ضرور لشکر کشی کریں گے اس لئے جنگی تیاریوں میں مصروف تھا جب اسے خالد کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے ایک فوجی دستہ کے ساتھ اپنے بیٹے کو دریائے فرات کا پانی روکنے کے لئے بھیجا تاکہ مسلمان کشتیوں کے ذریعہ آگے نہ بڑھ سکیں چنانچہ بند باندھ کر دریا کا پانی مختلف نہروں میں جاری کر دیا گیا اسلامی لشکر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ دریا کا پانی خشک ہو گیا اور تمام کشتیاں زمین سے لگ گئیں۔ جب خالد کو صورت حال کا علم ہوا تو آپ نے کشتیاں وہیں چھوڑ دیں اور ایک فوجی دستہ کے ساتھ دریا کے دہانے کی طرف بڑھے اور آزادیہ کے لڑکے پر اچانک حملہ کر کے سارے ایرانیوں کو ہلاک کر دیا اور بند توڑ کر دوبارہ دریا میں پانی جاری کر دیا۔ کشتیاں منزل کی طرف بڑھنے لگیں خورنق پہونچ کر اسلامی لشکر نے خورنق اور نجف پر قبضہ کیا اس کے بعد اسلامی فوجیں حیرہ کے قریب پہونچ کر عزیبں اور قصر ابیض کے درمیان خیمہ زن ہو گئیں۔

آزادیہ کو اپنے بیٹے کی ہلاکت اردشیر شاہِ ایران کی خبر موت

نے بدحواس و دل شکستہ کر دیا تھا اس لئے وہ حضرت خالد کے حیرہ پہونچنے سے پہلے ہی فرار ہو گیا۔ حضرت خالد نے حیرہ کے تمام قلعوں کا محاصرہ کر لیا انہیں مطیع ہونے پر مجبور کیا اور ان کے سامنے تین باتیں پیش کیں۔ اسلام۔ جزیہ۔ جنگ اور ایک شبانہ روز کی مہلت دی مگر یہ لوگ بدستور اڑے رہے اور اسلامی فوجوں پر سنگ باری شروع کر دی مسلمانوں نے جواب میں تیر اندازی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں بے شمار لوگ ہلاک ہو گئے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر اہلِ حیرہ پریشان ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں نے ایرانی سرداروں سے فریاد کی کہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلاؤ قلعہ کے سرداروں نے کوئی چارۂ کار نہ دیکھا تو صلح پر آمادہ ہوئے۔ اور معززین قلعہ سرداروں کے ساتھ حضرت خالد کے پاس آئے حضرت خالد نے باری باری چاروں قلعوں کے نمائندوں سے بات کی سرداروں نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ دینے کا اقرار کر لیا عہد نامہ پر دستخط ثبت ہو گئے اس طرح حیرہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا اور اس مقام کو عراق کا اسلامی فوجی ہیڈ کوارٹر بنا دیا گیا اب خلیج فارس سے حیرہ تک اور عرب سے دجلہ تک مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جب اہلِ حیرہ اور عراق کے دوسرے علاقوں کے باشندے اسلامی عدل و انصاف سے بہرہ مند ہوئے تو آزادی سے مذہبی رسم و رواج کی ادائیگی کرنے لگے تو فطری طور پر ان کے دلوں میں مسلمانوں کی عزت و احترام کے جذبات پیدا ہو گئے اور انہوں نے علاقوں کے امن و امان کو بحال رکھنے میں مسلمانوں کی مدد کی۔ حضرت خالد نے قیامِ امن کے لئے مختلف فوجی دستے عراق کے متعدد مقامات پر متعین کر دئے تاکہ بر وقت بغاوتوں کا تدارک کیا جا سکے۔

حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالد کا ارادہ ایرانی راجدھانی

مدائن پر حملہ کرنے کا تھا مگر حضرت ابوبکر نے ان کو حضرت عیاض بن غنم کے پہونچنے سے پہلے مدائن پر چڑھائی سے روک دیا تھا ادھر عیاض دومۃ الجندل کی جنگ میں الجھے ہوئے تھے۔ حضرت خالد دربار خلافت کے حکم کے مطابق ایک سال تک حیرہ میں مقیم رہے خالد جیسے مصروف عمل انسان کے لئے یہ زمانہ بڑا شاق تھا۔ جب آپ کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو حیرہ کے ایک آدمی کی معرفت شاہ ایران کو یہ مکتوب روانہ کیا۔

اما بعد! تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس نے تمہارے بند ڈھیلے کئے اور تمہاری تدبیریں بے کار کردیں اور تمہارے گروہ کو منتشر کردیا اگر ہم تم پر حملہ نہ کرتے تو تمہارے لئے برائی ہوتی پس تم لوگ ہمارے حکم کے فرماں بردار ہوجاؤ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں کی طرف چلے جائیں گے ورنہ یہ ہوگا کہ تم ایسے لوگوں کے ہاتھ ذلیل ہوگے جو موت کو اتنا ہی پسند کرتے ہیں جتنا تم حیات کو دوست رکھتے ہو۔

(ابن خلدون ج ۳ ص ۲۸۱)

دوسرا خط ایک انباطی کے ہاتھ ایرانی مرزبانوں کے نام ارسال کیا۔

تم لوگ اسلام قبول کرلو سلامت رہوگے۔ جزیہ اداکرو ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایک ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی فریفتہ ہے جتنے تم شراب نوشی کے۔

(صدیق اکبر ص ۳۱۱)

جب ایرانی مرزبانوں اور مدعیان سلطنت کو حضرت خالد کا مکتوب ملا تو انہوں نے وقتی طور پر باہمی جنگ وپے کار کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے انبار اور عین التمر میں فوجیں مرتب

کرلیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کے فوجی مستقر حیرہ کو سخت خطرہ پیدا ہوگیا اگر جوابی کارروائی نہ کی جاتی تو سعئی بسیار کے بعد حاصل ہونے والے علاقے مسلمانوں کو چھوڑنے پڑتے۔

انبار کی فتح

حضرت خالد کو ایرانیوں کی فوجی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے انبار کا قصد کیا اسلامی لشکر انبار پہونچا تو ایرانی قلعہ بند ہو گئے قلعہ کے گرد گہری خندقیں تھیں جن کا عبور کرنا دشوار تھا شیرزاد انبار کی فوج کا قائد تھا اس نے قلعہ کی فصیل سے تیر اندازی کا حکم دیا۔ حضرت خالد کے حکم سے مسلمان تیراندازوں نے ایرانیوں کی آنکھوں کو ہدف بنایا اس کامیاب حکمت عملی سے ایرانی پریشان ہوگئے انہوں نے صلح کا پیغام بھیجا لیکن ان کی جانب سے پیش کی جانے والی شرطیں ناقابل قبول تھیں حضرت خالد نے قلعہ کی فصیل اور خندق کا چکر لگایا ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم تھی حکم دیا کہ کمزور اونٹ ذبح کرکے خندق کا یہ حصہ پاٹ کر راستہ بنا لیا جائے راستہ بن جانے کے بعد اسلامی لشکر فصیل تک پہونچ گیا جنگ شروع ہوئی شیرزاد کو شکست کا یقین ہوگیا اس نے صلح کی پیشکش کی خالد نے اس شرط پر صلح کی کہ "وہ تین روز کا کھانا لے کر شہر چھوڑ دے"۔ اس شرط کے مطابق شیرزاد انبار چھوڑ کر بہمن جاذویہ کے پاس چلا گیا اسلامی لشکر انبار میں داخل ہوگیا۔

(ابن خلدون ج ۳ ص ۲۸۳)

اطراف و جوانب کے سرداروں نے جزیہ پر خالد سے صلح کر لی۔

جنگِ عین التمر

عین التمر عراق اور بادیۂ شام کے درمیان صحرا پر واقع ہے یہاں کا حاکم مہران بن بہرام تھا جس نے مسلمانوں سے جنگ کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں اس کے ساتھ بنو نمر، تغلب بنو ایاد کے عرب قبائل بھی تھے جن کا سردار عقہ بن ابی عقہ تھا۔ حضرت خالد

اسلامی لشکر کے ساتھ انبار سے عین التمر پہ ہو پچے۔ عقہ نے مہران کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ ہم عربوں کو عربوں سے پہلے لڑنے دیا جائے مصلحتًا ابن مہران نے تجویز قبول کرتے ہوئے کہا لوہے کو لوہے سے نرم کرنا چاہئے" ایرانی مہران کے اس فیصلے سے ناراض ہوئے اور اسے بزدل کہنا شروع کر دیا۔ مہران نے ان سے کہا تم میرے کام میں دخل نہ دو میں نے جو کچھ کیا ہے اس میں تمہاری اچھائی ہے اس وقت تمہارے مقابلے میں ایک ایسا شخص آرہا ہے جس نے تمہارے بادشاہوں کو قتل اور تمہیں پاش پاش کر دیا ہے میں نے عربوں کے ذریعہ تمہارا بچاؤ کیا ہے اگر یہ لوگ خالد کے مقابلے میں کامیاب ہو گئے تو کامیابی کا فخر تمہیں حاصل ہوگا اگر شکست کھا گئے تو ہماری تازہ دم فوج مسلمانوں کو بآسانی زیر کرلے گی ایرانی مطمئن ہو گئے۔

عقہ عرب فوج لے کر خالد کے مقابلے میں آیا جنگ شروع ہوتے ہی خالد نے عقہ کو گرفتار کر لیا سپہ سالار کا یہ حشر دیکھ کر بدوی عربوں نے میدانِ جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا مسلمانوں نے تعاقب میں بہت سے مفرورین کو قتل اور گرفتار کر لیا۔

مہران سکون کے ساتھ قلعہ میں اپنے عرب حامیوں کی فتح کا مژدہ سننے کے لئے بیٹھا ہوا تھا جب اسے خالد کی فتح کا علم ہوا تو اپنی ایرانی فوج لے کر قلعہ سے بھاگ گیا۔ اب قلعہ میں محافظ دستہ اور پناہ گزیں عرب بدو رہ گئے حضرت خالد نے آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا کچھ دنوں اہل قلعہ نے مقابلہ کیا بالآخر غیر مشروط طور پر قلعہ مسلمانوں کے حوالہ کر دیا خالد نے قلعہ میں داخل ہونے کے بعد سب کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا۔ عقہ اور اس کے ساتھیوں کو کھلے میدان میں لا کر قتل کر دیا گیا۔

(ابن خلدون ج ۳ صفحہ ۲۸۴)

دومۃ الجندل کی فتح

دومۃ الجندل اس شاہراہ پر واقع ہے جہاں سے

ایک راستہ حیرہ اور عراق کو جاتا ہے اور دوسری طرف شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ شام اور جزیرۂ عرب کی سرحدوں پر امن قائم رہے اور رومی فوجیں مسلمانوں کی قلت سے فائدہ اٹھا کر سرزمین عرب میں داخل نہ ہو جائیں اس لئے دومۃ الجندل کا اسلامی حکومت کے زیرنگیں ہونا ازبس ضروری تھا چنانچہ ۵ھ میں جب دومۃ الجندل میں ایک بڑے لشکر کے اجتماع کی خبر ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر دومۃ الجندل کا قصد فرمایا دشمنوں کی فوج بلامقابلہ فرار ہو گئی یہاں سردار اکیدر بن عبدالملک کندی (جو قیصر کے زیراثر تھا) نے وفاداری کا حلف لیا جب وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہا تو حضور نے سیف اللہ خالد کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ۹ھ میں دومۃ الجندل روانہ کیا خالد نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا بالآخر اکیدر نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو بکریاں چار سو وسق گندم اور چار سو درہم دے کر صلح کر لی اور مدینہ آکر اسلام قبول کر لیا۔ مگر جب عہدِ صدیقی آیا تو اس نے عہد توڑ ڈالا اور مرتد ہو گیا جس کے استیصال کے لئے دربارِ خلافت سے عیاض بن غنم بھیجے گئے عیاض نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کیا جوابًا الیدر کی ایک فوج نے عیاض کا محاصرہ کر کے واپسی کا راستہ روک لیا اس طرح فتح و کامرانی کی ساری راہیں مسدود ہو گئیں اور روز بروز عراق میں خالد بن ولید کے ہاتھوں شکست کھانے والے عرب قبائل۔ بنو کلب، براء۔ غسان دومۃ الجندل میں جمع ہونے لگے اور اپنی عبرت ناک ہزیمتوں کا انتقام عیاض سے لینا چاہتے تھے اس کشمکش میں اسلامی لشکر کو پڑاؤ ڈالے ایک سال کی مدت گزر گئی اور مشکلات بڑھتی چلی گئیں تو عیاض نے حضرت خالد سے مدد طلب کی۔ حضرت خالد نے عین التمر میں طویم ابن کاہل اسلمی کو نائب بنا کر بلاتاخیر اسلامی لشکر لے کر تین سو میل کی مسافت دس روز میں طے کی جوشِ جہاد میں خوفناک لق و دق صحراؤں کو عبور کر کے دومۃ الجندل پہونچ گئے۔

دومۃ الجندل والوں کو خالد کے آنے کی اطلاع ملی تو پریشان ہو گئے ان کے سرداروں نے مجلسِ مشاورت منعقد کی. دومۃ الجندل کی فوج دو بڑے حصّوں پر منقسم کی ایک کا سپہ سالار اکیدر حاکم دومۃ الجندل تھا اور دوسرے حصہ پر جودی بن ربیعہ سپہ سالار تھا مجلس مشاورت کے ارکان میں اکیدر سے زیادہ خالد کی جراءت اور جنگی مہارت اور حربی تدبر سے کوئی واقف نہ تھا اس لئے اس نے کہا۔

آج دنیا میں خالد سے بڑھ کر کوئی شخص اقبال مند اور فنونِ جنگ کا ماہر نہیں۔ جو قوم خالد سے مقابلہ کرتی ہے خواہ تعداد میں کم ہو یا زیادہ ہر حال میں شکست کھاتی ہے اس لئے تم لوگ مسلمانوں سے صلح کر لو"

لیکن وہ سردار جن کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی انہیں اکیدر کا مشورہ پسند نہ آیا۔ اکیدر ان سے علحٰدہ ہو گیا۔ اب دومۃ الجندل کی قبائلی فوجیں جودی کی سالاری میں تھیں جن کو اس نے دو حصّوں میں تقسیم کیا ایک حصّہ جس کے قائد جودی بن ربیعہ اور ودیعہ تھے خالد کے بالمقابل اور دوسرا حصّہ ابن حدرجان اور ابن الایہم کی قیادت میں عیاض بن غنم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ جنگ شروع ہوئی حضرت خالد نے جودی کو اور اقرع بن حابس نے ودیعہ کو گرفتار کر لیا۔ لشکر میدان چھوڑ کر قلعہ کی طرف بھاگا۔ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا گیا باقی لوگ مسلمانوں کی تلواروں کی زد میں آ گئے خالد نے قلعہ کا دروازہ اکھڑوا ڈالا اور محصورین کو قتل کر دیا اس طرح خالد کی تیغ خارا شگاف نے دومۃ الجندل فتح کر لیا۔ خالد نے اقرع کو انبار بھیج دیا اور خود دومۃ الجندل میں قیام کیا۔

عراق میں بغاوت

اہلِ عراق وایران نے جب دیکھا کہ اسلامی فوج کا مایۂ ناز فیلڈ مارشل دومۃ الجندل چلا گیا ہے تو ان میں مسلمانوں کی اطاعت سے سرگردانی کا حوصلہ پیدا ہوا اور بغاوت کے جراثیم تیزی کے ساتھ پھیلنے لگے اس بغاوت کا مرکزی کردار بنو تغلب نے ادا کیا اور اس نے سوچا کہ اپنے سردار عقہ کے قتل کا بدلہ اس وقت بڑی آسانی سے لیا جا سکتا ہے اور ماضی کی دوسری فاتح قوموں کی طرح مسلمانوں سے عراق کو خالی کرنے کا سنہری موقع آگیا ہے بنو تغلب کے ساتھ ایرانی سردار روزمہر۔ رذربہ۔ مہبوزان انبار کے قریب حصید و خنافس میں بغاوت کی آگ بھڑکانے لگے۔ ان بغاوتوں پر قابو پانا قعقاع (نائب حیرہ) کے بس میں نہ تھا۔

جب حضرت خالد کو عراق میں بغاوت کی خبر ملی فوراً دومۃ الجندل سے کوچ کی تیاری کی عیاض بن غنم کو ساتھ لے کر حیرہ پہونچے۔ اور قعقاع کو حصید کی طرف روانہ کیا جہاں روزمہرا اور رذربہ فروکش تھے اور ابولیلیٰ کو خنافس کے محاذ پر بھیجا۔

جنگ حصید و مضیخ

قعقاع حصید پہونچے تو جنگ ہوئی سپہ سالار کی ہلاکت کے بعد ایرانی لشکر بے تحاشا میدان چھوڑ کر بھاگا اور خنافس کا رخ کیا۔ جہاں پہلے ہی سے ایک ایرانی لشکر موجود تھا لیکن خنافس کا ایرانی لشکر مسلمانوں کی خبرِ آمد پاکر پہلے ہی فرار ہو کر مضیخ پہونچ چکا تھا جہاں کا حاکم ہذیل بن عمران تھا۔ اسلامی لشکر خنافس پر بھی

قابض ہو گیا۔

حصید و خنافس کی تسخیر کے بعد باغیوں کا مرکز مضیح تھا جہاں ان کی بہت بڑی تعداد موجود تھی حضرت خالد نے مضیح پر اچانک حملہ کا پروگرام بنایا حملہ کی تاریخ اور وقت کو پہلے ہی متعین کر لیا گیا اور خالد نے تمام سرداروں کو ایک ہی وقت مضیح پہونچنے کی ہدایت جاری کر دی اور خود بھی مضیح کا رخ کیا تمام اسلامی دستے مقررہ وقت پر مضیح پہونچ گئے حضرت خالد نے رات کی تاریکی میں غافل باغیوں پر حملہ کر دیا ہذیل چند ساتھیوں کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا لیکن ساری باغی فوج تہہ تیغ ہو گئی۔ حضرت خالد نے جنگ مضیح کے بعد بنو تغلب پر مضیح کی طرح اچانک حملہ کا فیصلہ کیا قعقاع اور ابو لیلیٰ کو بنو تغلب کی بستیوں کی طرف روانہ کیا اور خود بھی پیچھے پیچھے چل پڑے خالد نے اپنے ساتھیوں سے مل کر رات کے وقت بنو تغلب پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں بنو تغلب کا کوئی بھی مرد بچ کر نہ نکل سکا عورتیں گرفتار کر لی گئیں بنو تغلب کے خاتمہ کے بعد حضرت خالد نے اموالِ غنیمت کا خمس دربار خلافت میں روانہ کر دیا۔

اس مہم سے فراغت کے بعد خالد بن ولید نے رضاب کا رخ کیا جہاں ہلال بن عقبہ نے فتنہ برپا کر رکھا تھا لیکن حضرت خالد کے رضاب پہونچتے ہی ہلال کے ساتھی فرار ہو گئے۔

حضرت خالد کی جنگی مہارت اور بے نظیر شجاعت نے بغاوتوں کا خاتمہ کر کے دوبارہ عراق میں امن و امان بحال کر دیا۔

جنگِ فراض

باغیوں پر خالد کی فتح و نصرت کی خبروں نے بادیہ نشین قبائل کو خوف زدہ کر دیا تھا اب ان کے لئے مسلمانوں کی اطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا چنانچہ خالد جہاں بھی جاتے وہاں کے قبائل ان کی اطاعت قبول کر لیتے اس طرح خالد بن ولید اسلامی لشکر

کے ساتھ فراض پہونچ گئے جہاں سے عراق، شام اور الجزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں جنگی نقطۂ نظر سے یہ مقام بڑی اہمیت رکھتا تھا جس کی فتح نے بالائی جانب سے شام پر حملہ کا راستہ کھول دیا۔

فراض پہونچ کر خالد نے کامل ایک ماہ قیام کیا وہ چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں تھے مشرقی جانب خون کے پیاسے ایرانی تھے مغرب میں رومی تھے جن کا خیال تھا کہ اگر اس وقت اسلامی لشکر کو تباہ وبرباد نہ کر دیا گیا تو یہ سیلاب پھر نہ رُک سکے گا۔ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں کے علاوہ چاروں طرف بدوی قبائل آباد تھے جن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سرد نہ ہونے والی آگ جل رہی تھی۔ خوفناک دشمنوں کے حصار میں ہونے کے باوجود حضرت خالد مطلق نہ گھبرائے ان کی نگاہوں میں دشمن کی کثرت کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ ایرانی ہوں یا رومی یا اہل بادیہ پریشانی کے بجائے خالد کے حوصلے اس نازک ماحول میں مزید بڑھ گئے اور انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ادھر رومیوں کو بھی جوش آیا انہوں نے ایرانیوں سے مدد لی، کچھ عرب قبائل تغلب، ایاد، نمر نے بھی رومیوں کی پوری پوری مدد کی اس طرح رومیوں، ایرانیوں اور عرب قبائل کا ایک متحد لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہو گیا رومیوں نے کہلا بھیجا تم دریا پار کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم خود تمہارے پاس آجائیں؟ خالد نے انہیں دریا پار کر کے اپنی طرف بلا لیا۔

فراض کے میدان میں تاریخی جنگ کے لئے دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے رومی لشکر کے سپہ سالار نے فوج کو حکم دیا کہ تمام قبائل علٰحدہ علٰحدہ جنگ کریں تاکہ امتیازی کارنامہ انجام دینے والے قبائل

کا پتہ چل سکے۔

اس حکم کے بعد رومی فوج متفرق ہو گئی جنگ شروع ہوئی تو حضرت خالد نے حکم دیا کہ وہ چاروں طرف سے دشمن کے لشکر کو گھیر لیں اور انہیں یک جا کر کے پے درپے اس طرح حملہ کریں کہ انہیں سنبھلنے کا موقع نہ مل سکے چناں چہ ایسا ہی ہوا اسلامی لشکر نے تمام رومی دستوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور ان پر پُرزور حملہ شروع کر دیا۔ رومیوں کی جنگی تدبیر انہیں پر الٹ گئی۔ قلت کے باوجود مسلمانوں نے اپنی سرفروشی کے جوہر دکھا کر رومیوں اور ان کے حلیفوں پر اتنے شدید حملے کئے کہ میدانِ جنگ میں ان کا ٹھہرنا دشوار ہو گیا اور وہ بری طرح پسپا ہو کر بھاگے مجاہدین اسلام نے تعاقب کیا اور دور تک ان کو قتل کرتے چلے گئے۔

اس جنگ میں دشمنوں کے ایک لاکھ آدمی کام آئے۔

اس عظیم فتح نے اطراف وجوانب میں اسلام کی شوکت اور مسلمانوں کی شجاعت کا رعب قائم کر دیا۔ فتح کے بعد ۲۵ ذیقعدہ ۱۲ھ کو اسلامی فوج کو حیرہ کی جانب روانہ کر دیا اور خود سرعت کے ساتھ مکہ پہونچے اور فریضۂ حج ادا کر کے حیرہ واپس آ گئے۔ یہ سفر اتنی رازداری کے ساتھ کیا گیا کہ اسلامی فوج کے خاص سرداروں کے علاوہ کسی کو خالد کی غیر حاضری کا علم نہ ہو سکا۔ جب صدیق اکبر کو حضرت خالد کے سفر حج کا علم ہوا تو اس بات پر برہم ہوئے کہ اگر ایرانیوں کو ان کی غیر حاضری کا علم ہو جاتا تو وہ اسلامی لشکر پر عقب سے حملہ کر دیتے اور مسلمان سخت دشواریوں سے دوچار ہو جاتے۔ خلیفۂ رسول نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

تم یہاں سے روانہ ہو کر یرموک میں مسلمانوں کی جماعت سے مل جاؤ کیوں کہ وہ دشمن کے نرغے میں گھرے ہوئے ہیں۔ تم نے جو حرکت کی ہے (خفیہ سفر حج) اب آئندہ کبھی سرزد نہ ہو۔ خدا کا فضل ہے کہ

تمہارے مقابلے میں دشمن کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور تم مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے بچا لاتے ہو۔ اے ابو سلیمان میں تم کو تمہارے خلوص اور خوش قسمتی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس مہم کو پایۂ تکمیل تک پہونچاؤ۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا تمہارے دل میں فخر نہ ہونا چاہئے کیوں کہ اس کا انجام خسارہ اور رسوائی ہے۔

(طبری ج ۲ ص ۵۸۴)

فتوحاتِ شام ۱۳ھ

صدیق اکبر نے جس وقت کاروبارِ خلافت سنبھالا مکہ، مدینہ اور طائف ے علاوہ سارے عرب میں بغاوت و سرکشی کی طوفانی لہر پیدا ہو گئی۔ منکرین ۃ اور نقلی نبیوں کے زیر اثر مرتدین نے طوفان بلاخیز پیدا کر دیا۔ عرب کی ائلی عصبیت جاگ اٹھی اور سارے قبائل دینِ حق سے منحرف ہو کر حکومت سلامیہ کے باغی بن گئے۔ دوسری جانب شام کی سرحد پر رومیوں کی یورش زبردست خطرہ تھا۔ ان نازک حالات میں صدیقِ اکبر نے حکمت عملی اور ارت مندانہ فوجی اقدام سے ایک طرف شامی سرحد کے خطرے کو جیشِ امہ کے ذریعہ ٹالا اور دوسری جانب اسلامی فوجوں نے عرب کی اندرونی ورشوں اور بغاوتوں کا خاتمہ کر کے تقریباً پورے عرب کو از سرِ نو دائرۂ سلام میں داخل کیا اس سے عرب ہی نہیں ایران و شام کی حکومتوں پر ن اسلامی حکومت کی عسکری قوت کا رعب قائم ہو گیا۔

عہدِ صدیقی کی ابتدا میں شام کے سرحدی علاقوں پر جیشِ اسامہ کی کامیا رشوں نے مسلمانوں کی حربی قوت سے شامیوں کو روشناس کر دیا تھا۔ پھر

حضرت خالد کی قیادت میں اسلامی لشکر تقریبًا ایک سال سرزمینِ عراق پر جنگ آزمارہا اس قلیل مدت میں حضرت خالد نے جو عظیم فتوحات حاصل کیں وہ تاریخ جنگ وحرب کا بے مثال باب ہے. خالد عراق میں ایران کے قاہر لشکروں اور عرب وروم کے جاں باز قبائلی فوجیوں سے نبرد آزما رہے اور ہر محاذ پر فتح وکامرانی ان کے قدم چومتی رہی۔

اسلامی افواج کی حیرت انگیز فتوحات کی خبریں شامیوں کو بھی برابر پہونچ رہی تھیں مشرقی رومی سلطنت کے فرماں روا سب سے زیادہ تشویش میں مبتلا تھے. رومی سلطنت کے ذمہ داروں کا خیال تھا کہ جس طرح مسلمانوں نے عراق پر پے در پے حملہ کر کے اپنی حکومت کا جُز بنا لیا ہے اسی طرح وہ شام پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرنے کی پوری کوشش کریں گے. اس خیال کے تحت انہوں نے پوری توجہ شام کی اس سرحد کو مضبوط کرنے پر مبذول کی جو عرب سے ملتی تھی تاکہ مسلمانوں کی پیش رفت کو ابتدا ہی میں روک دیا جائے۔

صدیق اکبر شامی حکمرانوں کے خیالات اور ان کی تیاریوں سے غافل نہ تھے مگر جب تک مرتدین سے جنگ ختم نہ ہو جاتی وہ شام پر توجہ نہ کر سکتے تھے لیکن جب فتنوں کا استیصال ہو گیا اور بلند حوصلہ مجاہدین نے عراق پر قبضہ کر لیا تو ابوبکر کو شام پر فوج کشی کا خیال آیا عراق کی طرح شام کی سرحد پر بھی بنوبکر، بنوعذرہ، بنوعدوان، بنو بحرہ اور غسانی قبائل عرب آباد تھے جو مذہبًا عیسائی اور شام کی رومی سلطنت کے مطیع تھے مگر مسلمانوں کو یہ توقع تھی کہ عرب مسلمانوں کی فتح وکامرانی سے متاثر ہو کر یہ عرب قبائل اپنے ہم قوم عربوں کی طرح اسلام قبول کر کے اسلام کی شوکتِ اقتدار میں اضافہ کریں گے۔

دومۃ الجندل کی تسخیر نے مسلمانوں کے لئے شام پر فوج کشی کے راستے کھول دیئے تھے. خالد بن سعید بن عاص تیما میں سرحدی دستہ کے امیر تھے

ابوبکر صدیق نے انہیں ہدایت دی تھی کہ جب تک خلیفہ کے واضح احکامات نہ پہونچیں وہ نہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور نہ دشمن سے جنگ کا آغاز کریں البتہ گرد و نواح میں آباد عرب قبائل کو ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔ خالد نے چند ہی دنوں میں اپنے گرد ایک فوج اکٹھا کر لی اور قیصر روم کو شام کی سرحد پر اسلامی لشکر کے اجتماع کا علم ہوا تو اس نے سرحدی علاقوں میں آباد عیسائی عرب قبائل بنو بکر، بنو عذرہ، بنو عدوان، بنو بحرہ، بنو غسان کو فوجی تنظیم کا حکم دے کر تیما میں مقیم اسلامی لشکر سے مقابلہ کا حکم جاری کر دیا۔ چند ہی روز میں ایک زبردست فوج مسلمانوں کے مقابلے میں آگئی اس عظیم لشکر کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہوئے بلکہ ان کے عزائم پہلے سے زیادہ مستحکم ہو گئے خالد بن سعید نے شامیوں کی جنگی تیاری اور ان کی کثیر فوج کی اطلاع دربار خلافت کو دی۔

حضرت صدیق اکبر نے شام پر اجتماعی فوج کشی کے فیصلہ کے لئے مجلس شوریٰ طلب کی جس میں حضرت عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن الجراح معاذ بن جبل اور تمام اکابر صحابہ اور نامور مہاجرین و انصار شریک تھے حضرت ابوبکر نے خطاب فرمایا۔

> ہرقل ہمارے مقابلہ کی غرض سے کثیر تعداد میں فوجیں جمع کر رہا ہے میرے خیال میں ہمیں اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طاقت و جراءت سے کام لینا چاہیئے اور رومیوں سے نبرد آزمائی کے واسطے زیادہ سے زیادہ تعداد میں فوجیں شام روانہ کرنی چاہیئے . . . . . اب آپ لوگ مجھے رائے دیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔

حضرت عمر نے جواباً فرمایا۔

> واللہ ہم نے جس نیک کام میں سبقت کرنے کی کوشش کی اس میں آپ کو سب سے آگے پایا آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اللہ کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم

شام کو فتح کرلیں آپ یقیناً زیادہ سے زیادہ آدمی شام روانہ کیجئے اللہ اپنے دین کا مددگار ہے۔ وہ یقیناً اسلام کو شان و شوکت بخشے گا اور اس کی ترقی کے لئے جو وعدے اس نے اپنے رسول سے کئے تھے وہ انہیں ضرور پورا فرمائے گا۔

(صدیق اکبر ص۳۳۱)

حاضرین نے شام پر فوج کشی سے اتفاق کرلیا حضرت ابوبکر نے مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

میں تم پر چند امیر مقرر کرتا ہوں تم اپنے رب کی اطاعت کرو اور امراء کی مخالفت نہ کرو تمہاری نیتیں اور سیرتیں پاک وصاف ہونی چاہئیں کیوں کہ اللہ انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

(ایضاً ص۳۳۲)

شام پر لشکر کشی کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق نے پورے انہماک کے ساتھ کوشش شروع کی۔ چوں کہ قیصر روم کی طاقت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی اس لئے مقابلہ آسان نہ تھا اس لئے حضرت ابوبکر نے حجاز اور یمن کے تمام امراء کے نام شرکت جہاد کے دعوت نامے بھیجے۔

قبائل نے بڑی خوش دلی اور جوش وخروش کے ساتھ اس دعوت پر لبیک کہی اور جوق در جوق مدینہ کا رخ کیا یمن سے ذوالکلاع حمیری اور بحرین سے عکرمہ بن ابی جہل، قیس بن حیرہ، مذحج سے جندب بن عمرو قبیلہ ازد کو اور حابس بن سعد طائی قبیلۂ طے کے مجاہدین کو ساتھ لے کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے حضرت ابوبکر نے عکرمہ کو ایک فوج کے ساتھ خالد بن سعید کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن العاص قضاعہ میں مقیم تھے دربار خلافت کے حکم پر فلسطین صوبہ شام کے لئے روانہ ہوئے ولید بن عقبہ اردن (صوبہ شام) کی مہم پر روانہ کئے گئے

یہ خالد بن سعید کے پاس پہنچے اور انہوں نے مدینہ میں شام کی مہم کے لئے مسلمانوں کے جوش و خروش کا ذکر کیا جس سے جناب ولید کے حوصلے بڑھے انہیں دربار خلافت سے حکم ملا کہ آگے بڑھو لیکن اندرون ملک گھستے نہ چلے جانا کہیں دشمن پیچھے سے آنہ دبائے۔

پیش رفت

خالد بن سعید مدینہ سے آنے والی کمک پر اعتماد کرتے ہوئے تیما سے آگے بڑھے شامیوں کا لشکر جو باہان کی قیادت میں تھا پیچھے ہٹا خالد آگے بڑھنے لگے باہان دمشق کی طرف ہٹنے لگا خالد باہان کی جنگی چال کو نہ سمجھ سکے اور حضرت ابوبکر کی ہدایت کے برخلاف جوش جہاد میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ خالد مرج الصُفر میں تھے کہ باہان اچانک راستہ بدل کر اسلامی فوج کے عقب میں آ گیا اور اسلامی لشکر کی راہ مراجعت روک دی۔ خالد کا بیٹا ایک دستہ کے ساتھ الگ تھا باہان کے فوجیوں نے پورے دستہ کو شہید کر ڈالا اس واقعہ نے خالد کو سراسیمہ کر دیا اور وہ لشکر اسلام عکرمہ کی قیادت میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ہمراہ مدینہ کے قریب ذوالمروہ پہونچ گئے۔ خالد کے ساتھ ولید بن عقبہ بھی ذوالمروہ بھاگ آئے تھے۔ خالد کی ہزیمت کے باوجود حضرت ابوبکر کے حوصلے میں کوئی فرق نہ آیا۔

افواج اسلام کی شام روانگی

حضرت ابوبکر نے شام کے محاذ پر یکے بعد دیگرے متعدد افواج مختلف امراء کی امارت میں روانہ کیں۔ شرجیل بن حسنہ جو عراق کے محاذ پر تھے مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر نے خالد اور ولید کے آدمیوں کو جمع کیا اور عکرمہ کے پاس روانہ کر دیا۔ اس کے بعد ایک عظیم لشکر یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں شام کے لئے روانہ کر دیا حضرت معاویہ ابن ابی سفیان کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا ایک اور لشکر ابوعبیدہ ابن الجراح کی قیادت میں شام کی طرف بھیجا۔ لشکروں کو روانہ کرتے وقت امیروں کو بلیغ ہدایتیں دیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

میں نے تم کو مسلمانوں کا افسر مقرر کیا ہے اس غرض سے کہ تمہارا امتحان لوں اور تم کو آزماؤں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو اگر اچھا برتاؤ کروگے تو تم سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوگا دنیا میں میں تم کو تمہارے مقامات بڑھا دوں گا اور آخرت میں تم کو اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے کوئی برائی کی تو میں تم کو معزول کروں گا۔ ہر حال میں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح تمہارے ظاہر کو خدا کے نزدیک بہتر وہی شخص ہے جو اعمال صالحہ کے ذریعہ اس سے قریب ہو۔ زمانۂ جاہلیت کے عادات و اطوار ترک کر دینا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عمل پیرا ہونے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔ لشکر کے ساتھ حسن صحبت کا خیال رکھنا۔ ان کو مختصر الفاظ میں ہدایت دینا۔ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔ دشمنوں کے قاصدوں کی عزت کرنا۔ لشکر کی حفاظت کرنا۔ رات کو پہرہ مقرر کرنا۔ جو کام کرنا مشوروں سے کرنا۔ نگہبانی میں کسی سے غفلت دیکھنا تو اس کو سزا دینا۔ لشکریوں کے افعال و حرکات کی نگہبانی کرنا۔ لڑکوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ ہتھیار رکھ دینے والوں اور اسلام قبول کرنے والوں کو نہ مارنا۔ سچائی اور ایفائے عہد کے پابند رہنا۔ یہ احسن وصیتیں ہیں ان پر عمل کرنا۔

(ابن خلدون ج ۳ ص ۲۹۰)

اسلامی افواج شام کے مختلف علاقوں میں اس طرح فروکش ہوئیں۔ ابوعبیدہ دمشق کے راستے میں۔ شرجیل بن حسنہ طبریہ اور دریائے اردن کے بالائی حصہ میں یزید بن ابی سفیان بلقار میں جہاں سے بصرہ پر بآسانی حملہ کر سکیں۔ عمرو بن عاص نے عربہ میں جرون کو فتح کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

جب قیصر روم کو اسلامی فوج کی پیش رفت کا علم ہوا تو اس نے رومیوں کے لشکر اس طرح روانہ کئے۔ اپنے بھائی تدارق کو نوے ہزار سپاہ کے ساتھ عمرو بن عاص کے مقابلہ میں فیقار بن نسطوری کی قیادت میں ساٹھ ہزار کا لشکر ابو عبیدہ کے بالمقابل اور شرجیل بن حسنہ کے مقابلہ میں دراقص چالیس ہزار فوج کے ساتھ۔ یزید بن ابی سفیان کے مقابلہ میں جرجیہ بن تدارق۔ ہرقل خود حمص میں مقیم تھا اور تمام حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا۔ ادھر تمام اسلامی افواج کی مجموعی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہ تھی ان حالات میں دشمنوں سے علٰحدہ علٰحدہ جنگ کرنا اسلامی لشکروں کو معرض ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا چناں چہ اسلامی افواج کے امیروں نے اس نازک صورت حال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے رائے طلب کی حضرت عمرو بن عاص نے مشورہ دیا۔

"اس نازک موقع پر دشمن سے علٰحدہ علٰحدہ جنگ کرنا مسلمانوں کے لئے سود مند نہ ہوگا اس لئے تمام اسلامی فوجوں کو یک جا ہو کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔"

یرموک

دربار خلافت سے بھی یہی حکم موصول ہوا چاروں اسلامی لشکروں نے یک جا ہو کر یرموک کے بائیں کنارے پر پڑاؤ ڈال دیا۔ تدارق نے اپنی پوری طاقت دریا کے بائیں کنارے پر جمع کر دی اور ایک وسیع میدان میں تمام رومی افواج کو فروکش کر دیا لیکن یہ میدان تین طرف سے پہاڑیوں میں محصور تھا اور باہر نکلنے کا صرف ایک راستہ تھا جس پر مسلمان قابض تھے اس طرح رومی گھر گئے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ نہ رومی اپنی طاقت و قوت اور تعداد کے بل بوتے پر مسلمانوں پر غالب آسکتے تھے اور نہ مسلمان اس قدرتی امداد کے باوجود رومیوں پر غلبہ حاصل کر سکتے تھے۔ دو ماہ تک دونوں فوجیں میدان

جنگ میں پڑی رہیں معمولی جھڑپوں کے علاوہ بڑے پیمانہ پر جنگ نہ ہوسکی مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کو اس حال سے باخبر کیا۔

ایسے نازک وقت میں شام کے محاذ پر ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو نڈر اور بے باک ہو لڑائی میں کسی بھی موقع پر اس کا قدم پیچھے نہ ہٹے موت کا خوف اسے مطلق نہ ہو غور و فکر کے بعد حضرت ابوبکر کی نگاہِ انتخاب ایسے ہی بہادر شخص پر پڑی جو ان تمام صفات سے کامل بہرہ ور تھا اور وہ شخص خالد بن ولید تھا۔ چناں چہ صدیق اکبر نے حضرت خالد کے پاس فرمان بھیجا کہ تم شام کے محاذ کے لئے روانہ ہوجاؤ تمام افواج اسلام کی سربراہی انہیں بخشی۔ حضرت خالد نے عراق میں مقیم اسلامی فوج کو دو حصّوں میں تقسیم کیا آدھی فوج عراق میں چھوڑی مثنیٰ بن حارثہ کو امیرِ عراق بنایا اور خود آدھی فوج لے کر شام کے لئے روانہ ہوئے۔ خالد دومۃ الجندل آئے اور وہاں سے یرموک پہونچنے کے لئے وادی سرحان کا راستہ اختیار کیا درمیان میں قراقر کی بستی تھی جس میں بنو کلب کے بعض قبائل آباد تھے۔ انہوں نے بستی پر قبضہ کر لیا اور تیزی کے ساتھ یرموک پہونچے جہاں اسلامی افواج کی قیادت سنبھال لی۔

دوسری جانب متحدہ رومی افواج کی قیادت کے لئے باہان یرموک پہونچ چکا تھا دونوں فوجیں مقابل تھیں دن اور ہفتے گزرتے رہے مگر فریقین کی فوجیں اپنی اپنی جگہ ٹھہری رہیں۔

فتح یرموک

خالد بن ولید نے ایک ماہ کے دورانِ قیام رومی لشکر کی نقل و حرکت اور اس کی جنگی تیاریوں کا بغور جائزہ لے لیا۔ رومیوں کا ٹڈی دل لشکر دو لاکھ سے زیادہ سپاہ پر مشتمل تھا اور ادھر اسلامی لشکر کی کل تعداد ۴۶ ہزار تھی اس لئے خالد نے ایک نیا اندازِ جنگ اختیار کیا پوری فوج کے ۳۸ دستے کئے تاکہ مسلمانوں کی تعداد اصل سے کئی گنا نظر آئے۔ قلب لشکر کا امیر ابوعبیدہ کو بنایا اور ان کی

کمان میں ۱۸ دستے تھے میمنہ پر عمرو بن عاص کو امیر بنایا اور ان کے ماتحت ۱۰ دستے رکھے۔ میسرہ کا سردار یزید بن ابی سفیان کو بنایا ان کی قیادت میں ۱۰ دستے دئے ہر دستے کے بھی امیر تھے جو اپنے امیر کے مطیع تھے۔

دوسری جانب رومی فوج مسلّح اور ٹڈی دَل تھی مزید برآں عیسائی پادری اپنی پرجوش تقریروں سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال کی آگ بھڑکا رہے تھے۔ رومی یرموک کے میدان میں فیصلہ کن جنگ کے لئے صف بستہ ہو گئے ان کا پرجوش لشکر سیلاب بلا بن کر اسلامی فوج کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے جانے کا خطرناک عزم رکھتا تھا۔

جب صفیں درست ہو گئیں حضرت خالد نے ایک ہزار مہاجرین وانصار کو صفوں سے باہر نکالا اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگے۔

اے پروردگار! یہ ترے خاص بندے ہیں جنہوں نے ترے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور اس کے مددگار ومعاون رہے تھے تیری مرضی کے لئے انہوں نے اپنے گھربار عیال واطفال کو چھوڑا تو ہماری عزت نہ رکھ بلکہ اپنے سچّے دین اور سچّے رسول کی عزت رکھ تو ہماری مدد نہ کر اپنے دین کی مدد کر اے بےکسوں کے چارہ ساز تو اس کے ذریعہ سے ہماری مدد کر ہم کو کفار کے ہاتھ ذلیل وخوار نہ کر۔"

دعا سے فارغ ہو کر حضرت خالد نے لشکر اسلام کو خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

اے مسلمانو! یہ دن تمہاری آزمائش وامتحان کا دن ہے آج تم کو فخر نہ کرنا چاہئے نہ ریاکاری کو دخل دینا چاہئے تم لوگ جو کام کرو خاص اللہ کے لئے کرو۔ اپنے نیک اعمال سے اس کو راضی کرو یہ وہ دن ہے کہ تم اگر مارے گئے تو بے شک جنت میں جاؤ گے اور اگر دشمنانِ اسلام پر فتح یاب ہو گئے تو غازی کہلاؤ گے کیا تم نے

نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنّت تلوار کے سایہ میں ہے تم لڑو شاید اس کے بعد تمہیں ایسا موقع نہ ملے اور تمہیں موت آجائے۔ بستر پر بحالت مذلت مرنے سے یہ بہتر ہے کہ برسرِ میدان اللہ کی راہ میں مارے جاؤ اور اسی خون آلود کپڑے میں دفن کر دئے جاؤ تاکہ یہ کپڑے قیامت میں فی سبیل اللہ لڑنے اور جان دینے کی شہادت دیں۔ تم کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے فتحیاب کرے گا نیک نیتی سے اس کی راہ میں کوشش کرو۔ اگر لڑ کر فتحیاب ہوئے یا شہید ہو گئے تو تم سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی نہ ہوگا۔ چلو چلو اپنی مرادیں حاصل کرو۔ دیکھو دشمنانِ اسلام تمہاری طرف بڑھنے کا قصد کرتے ہیں اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم ان پر ٹوٹ پڑو۔ اگر تم نے ان کو خندق کی طرف لوٹا دیا تو انہیں ہزیمت دے دی خدانخواستہ اگر تمہیں ہزیمت ہوئی تو پیچھے ہٹنا اپنے آپ کو جہنم میں ڈالنا ہے۔

(ابن اثیر بحوالہ ابن خلدون ج ۳ صـ ۲۹۷)

اس تقریر نے مجاہدینِ اسلام میں بے پناہ جوشِ جہاد بھر دیا۔ ان کی نگاہوں میں رومیوں کا صحرا کی طرح پھیلا ہوا لشکر بے حقیقت نظر آنے لگا اللہ کی نصرت و حمایت پر اعتماد کرتے ہوئے اسلامی دستے آگے بڑھے اور رومیوں سے نبرد آزما ہو گئے رومیوں نے شدّت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا مسلمان ذرا پیچھے ہٹے یہ دیکھ کر حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے چار سو آدمیوں سے موت پر بیعت لی۔ شوقِ شہادت میں سرشار ہو کر عکرمہ، عمرو بن عکرمہ ضرار بن ازور، حارث بن ہشام چار سو مجاہدین کے ساتھ رومی لشکر پر ٹوٹ پڑے اس ناگہانی حملہ نے رومیوں کو ڈگمگا دیا۔ اسی اثنا رومی لشکر کے ہراول دستہ کے سردار جرجا نے خالد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنے دستہ

کے ساتھ اسلامی فوج میں شامل ہوگیا جس سے رومیوں میں مزید بدحواسی پیدا ہوگئی جب خالد نے رومی لشکر کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو انہوں نے اپنے لشکر کو بڑھنے اور حملہ کرنے کا حکم دیا عکرمہ کے دستے کا زور کیا کم تھا جواب خالد کے لشکر نے قیامت ڈھانی شروع کی تو رومیوں کے لئے کوئی جائے فرار نہ تھی پیچھے واقوصہ کی خطرناک خندقیں راستہ روکے ہوئے تھیں اور سامنے سے مسلمانوں کا لشکر انہیں بے دریغ قتل کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا. خالد تلوار ہاتھ میں لئے سب سے آگے آگے تھے اس موقع پر مسلمان عورتیں بھی مردوں سے کچھ کم نہ تھیں اور انہوں نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے۔

رومی بھی جان توڑ کر لڑے جو مسلمان ان کے قابو میں آگیا زندہ نہ بچ سکا رومیوں کی جواں مردی کی وجہ سے کافی دیر تک لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا شام ہوگئی مگر لڑائی جاری رہی عکرمہ اور ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ ہٹتا یہ لوگ معرکہ کے آغاز سے انجام تک انتہائی جواں مردی سے دشمن کے سامنے ڈٹے رہے اور بڑھ چڑھ کر حملے کرتے رہے سورج غروب ہونے تک رومیوں میں ضعف کے آثار پیدا ہونے لگے اور وہ بھاگنے کے لئے کسی راستہ کی تلاش میں تھے. خالد نے اندازہ کر لیا کہ رومیوں کا گریز ان کے لشکر کے لئے ہزیمت کا سبب ہوگا اس لئے انہوں نے اپنے آدمیوں کو ایک طرف ہٹ جانے کا حکم دیا جب ان رومیوں نے راستہ کھلا ہوا دیکھا تو اپنے گھوڑوں کو بے تحاشا دوڑاتے ہوئے اس راستے سے نکلتے چلے گئے اور سرزمین شام میں منتشر ہوگئے جب میدان رومی سواروں سے خالی ہوگیا تو خالد اپنے سوار اور پیدل دستے لے کر رومیوں کے پیدل دستے پر ٹوٹ پڑے اور ان کا صفایا کرنا شروع کیا.

اکثر رومیوں نے میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے کے لئے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں وہ واقوصہ کی کھائی میں گرنے لگے اندھیرا گھرا

ہو چکا تھا مغرور رومی خندق میں گرتے جارہے تھے۔ طبری کے بیان کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار رومی واقوصہ کی گھاٹی کی نذر ہوئے میدانِ جنگ میں کام آنے والے رومی اس کے علاوہ ہیں۔ تدارق برادر ہرقل، فیقار اور دوسرے مغرور رومی سردار تہ تیغ کر دئے گئے باہان نے بھاگ کرجان بچائی۔ رات ڈھلتے ڈھلتے رومیوں کو کامل شکست ہو چکی تھی۔ صبح کے وقت میدانِ جنگ میں حد نگاہ تک کسی رومی کا نشان باقی نہ رہا۔ ہاں ان کے عالی شان خیمے ضرور خالی پڑے تھے۔ اس جنگ میں تین ہزار مجاہدین اسلام شہید ہوئے اس تاریخی معرکہ میں مسلمان مجاہدین نے بے نظیر جراءت وہمت اور شجاعت کا ثبوت دیا جو تاریخ کے صفحات پہ لافانی نقش بن گیا ہے۔

اس جنگ کا نتیجہ رومیوں کے لئے بڑا حسرت ناک تھا ان کی امیدیں اور منصوبے خاک میں مل گئے تھے ان پہ مجاہدین اسلام کی شجاعت وبہادری کا رعب قائم ہو چکا تھا۔

جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں یرموک کا تاریخی معرکہ پیش آیا عین اثنائے جنگ دربارِ خلافت کے قاصد محمیہ بن زنیم میدانِ کارزار میں امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب کا پیغام لے کر پہونچے (جنہوں نے حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد کاروبار خلافت سنبھال لیا تھا) محمیہ نے خالد کو ایک خط دیا جس میں حضرت عمر نے اسلامی افواج کی سپہ سالاری سے انہیں معزول کر دیا تھا۔ ایک دوسرا خط ابوعبیدہ بن الجراح کے نام بھی تھا جس میں خالد کی معزولی کے بعد اسلامی افواج کی قیادت انہیں تفویض کی گئی تھی۔ مورخین کا خیال ہے کہ ابوعبیدہ نے دمشق کی فتح تک خالد ہی کو سپہ سالار رکھا۔ اپنی معزولی کے باوجود خالد ذرا بھی مضمحل نہ ہوئے اور پوری قوت کے ساتھ شام کے محاذ پر لڑتے رہے۔

علالت، استخلاف، وفات

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو موسم کافی سرد تھا صدیق اکبر نے غسل کیا ٹھنڈک اثر کر گئی اور آپ شدید بخار میں مبتلا ہو گئے علاج کے باوجود سدھار نہ ہوا بستر علالت پر پڑنے کے بعد ہی یقین ہو چکا تھا کہ اب وہ جاں بر نہ ہو سکیں گے۔ مرض جوں جوں شدت اختیار کرتا جا رہا تھا امت کے مسائل آپ کو پریشان کر رہے تھے چنانچہ شدت مرض کے باوجود ملت کے آئندہ مسائل پر وہ بڑی گہرائی سے غور و فکر میں مصروف ہو گئے۔ ماضی کے سارے حالات و واقعات ایک ایک کر کے ان کی نگاہوں کے سامنے گردش کر رہے تھے اور مستقبل کے اندیشے ذہن میں ابھر رہے تھے۔ ان مسائل میں سب سے اہم مسئلہ خلافت کا تھا وہ امت کو آئندہ اختلافات سے بچانے کے لئے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کر دیں لیکن اس امر میں وہ اہل الرائے صحابہ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ حضرت عمر ہی خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی قابلیت و اہلیت رکھتے ہیں مگر انہیں خطرہ تھا کہ مشورہ لئے بغیر عمر کی نامزدگی لوگوں پر گراں گزرے گی اور مسلمان اس انتخاب کو اچھی نظروں سے نہ دیکھیں گے چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بلایا اور دریافت کیا عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ـــ جواب دیا۔

هو والله افضل من رايك فيه من رجل ولكن فيه غلظة۔	اوروں کی بہ نسبت آپ کی رائے سے بھی زیادہ افضل ہیں مگر ان کے مزاج میں ذرا شدت ہے۔

ابوبکر نے فرمایا۔

ذالك لانه يرانى رقيقا ولو افضى الامر اليه لترك كثيرا مما هو عليه ويا ابا محمد قد رمقته فرايتنى اذا غضبت على الرجل فى الشئ ارانى الرضاء عنه واذا لنت له ارانى الشدت عليه

(طبری ج ۲ ص ۶۱۸)

یہ شدت اس وجہ سے تھی کہ وہ مجھ کو نرم دیکھتے تھے جب وہ حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالیں گے تو اس قسم کی باتیں چھوڑ دیں گے۔ اے ابو محمد میں نے ان کو بغور دیکھا ہے کہ جس وقت میں کسی شخص پر کسی معاملہ میں غضبناک ہوتا تھا تو عمر مجھ کو اس پر راضی ہونے کا مشورہ دیتے تھے اور جب کبھی میں نرم ہوتا تو وہ مجھ کو اس پہ سختی کرنے کا مشورہ دیتے۔

پھر حضرت عثمان کو بلایا اور کہا اے ابو عبداللہ مجھے بتاؤ عمر کیسے ہیں حضرت عثمان نے کہا۔ آپ ان کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ ابو بکر نے فرمایا ہاں! اے ابو عبداللہ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ پھر فرمایا۔

اللّٰھم علمی به ان سرہ خیرٌ من علانیته وان لیس فینا مثله (ایضا ص ۶۱۸)

الٰہی! میں عمر کے باطن کو ان کے ظاہر سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ہم میں ان جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبر نے اس اہم مسئلہ میں صرف عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان بن عفان سے مشورہ لینے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ سعید بن زید، اسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی تبادلۂ خیال کیا بعض صحابہ نے جب یہ سُنا کہ ابو بکر اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو وہ عمر کی سخت گیری کے خیال سے پریشان ہو گئے چناں چہ وہ ابو بکر کو عمر کی جانشینی کے ارادہ سے باز رکھنے کے لئے حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور حضرت عمر کی سختیوں کے پیش نظر ان کی نامزدگی کو ناپسند کرتے ہوئے کہا۔ اللہ جب عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں باز پرس کرے گا تو آپ کیا جواب دیں گے۔

حضرت ابوبکر نے طیش میں آکر کہا۔

"کیا تم مجھے اللہ کے غضب سے ڈراتے ہو واللہ جب میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گا تو عرض کردوں گا کہ اے اللہ میں نے تیرے بندوں پر سب سے بہتر بندے کو خلیفہ بنایا ہے۔"

جب ابوبکر عمر کی خلافت کے بارے میں مطمئن ہو گئے تو انہوں نے اپنے کاتب عثمان بن عفان کو عہد نامۂ خلافت تحریر کرایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما عھد بہ ابوبکر خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند اخر عھدہ بالدنیا و اوّل عھدہ بالاٰخرۃ فی الحال التی یومن فیہ الکافر و یوقن الفاجر انی استعملت علیکم عمر بن الخطاب ولم اٰل لکم خیرا فان صبر و عدل فذٰلک علمی بہ ورائی فیہ وان جار و بدّل فلا علم لی بالغیب والخیر اردتُ ولکل امرءٍ ما اکتسبت و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

(ابن خلدون جلد سوم ص۳۰۲)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے یہ وصیت ہے جو ابوبکر خلیفہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ جس وقت دنیا میں اس کا آخری وقت تھا اور آخرت کی پہلی منزل تھی، یہ وقت ایسا ہے کہ کافر ایمان لاتا ہے اور فاجر یقین کرتا ہے، میں نے تم لوگوں پر عمر بن خطاب کو مقرر کیا ہے۔ میں نے تمہاری بھلائی میں کوتاہی نہیں کی پس اگر عمر نے استقلال سے کام لیا اور عدل کیا یہ میری اس کے ساتھ واقفیت اور رائے تھی اور اگر برائی کی اور اپنی حالت تبدیل کی تو مجھ کو علم غیب نہیں ہے میں نے نیکی کا قصد کیا ہے اور ہر شخص کو اس کی جزا ملے گی جو وہ کرے گا اور عن قریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس پہلو الٹتے پلٹتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے اس وصیت کا اظہار عام لوگوں میں کرنا چاہا مسجد کی طرف کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور مسجد میں موجود لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

اترضون بمن استخلف علیکم فانی واللہ ما اموت من جھد الرای ولا ولیت ذا قرابۃ وانی قد استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا۔

میں جس شخص کو تم پر خلیفہ بتاتا ہوں کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کیوں کہ میں نے اس کے متعلق غور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور نہ میں نے اپنے کسی قرابت دار کو منتخب کیا ہے میں نے عمر بن خطاب کو تمہارا خلیفہ بنایا ہے تم ان کا حکم سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

لوگوں نے جواب میں کہا۔ سمعنا واطعنا۔

(طبری ج ۲ ص ۶۱۸)

اس سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت عمر کو چند اہم ہدایتیں مستقبل کے طرز عمل کے لئے فرمائیں۔

اے عمر! یقین جان لو کہ اللہ کا جو حق شب میں ہے وہ اس کو دن میں قبول نہیں کرے گا اور جو حق دن سے متعلق ہے اللہ اس کو شب میں قبول نہیں کرے گا اور اللہ نفل اس وقت قبول نہیں کرے گا جب تک تم فرض ادا نہ کر لو۔ اے عمر! کیا تم نہیں دیکھتے کہ در اصل ترازو ان ہی لوگوں کی بھاری ہے جن کی ترازو قیامت کے دن حق کی پیروی کرنے کی وجہ سے بھاری ہو اور حق بھی یہی کہ کل قیامت کے دن جس ترازو میں حق کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہی بھاری ہونا چاہیئے اس کے برعکس اتباع باطل کیوجہ سے جن لوگوں کی ترازو قیامت کے دن ہلکی ہوگی ان کی ہی ترازو ہلکی ہو گی اور جس ترازو میں باطل کے سوا کچھ اور نہ ہو اس کو ہلکا ہی ہونا چاہیئے اے عمر کیا تم نہیں دیکھتے کہ دنیا میں تنگی و فراخی کی آیات ایک ساتھ اتری ہیں تاکہ مومن میں خوف بھی ہو اور رجا بھی مگر ہاں مومن کو اللہ سے

ایسی ہی چیز کی تمنا اور اس کی رغبت کرنی چاہئے جو اس کا حق ہو اور اسی طرح اس کو ایسا خوف نہیں کرنا چاہئے کہ پھر وہ خود ہی اپنے ہاتھوں اس میں واقع ہو جائے اے عمر کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اہل دوزخ کا ذکر ان کے بدترین اعمال کے ساتھ کیا ہے جب تم ان کو یاد کرو گے تو کہو گے میں امید کرتا ہوں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں گا اور اللہ نے اہل جنت کا بھی ذکر ان کے بہترین اعمال کے ساتھ کیا ہے کیوں کہ ان کے جو برے عمل تھے اللہ نے ان سے درگذر فرمایا جب تم ان لوگوں کو یاد کرو گے تو کہو گے میرا عمل ان جیسا کہاں ہے۔ اگر تم نے میری وصیت یاد رکھی تو کوئی ایسا غائب جو تم کو حاضر کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو تو موت کے سوا اور کچھ نہ ہو گا دراں حالیکہ تم موت کو عاجز کرنے والے ہو۔

(ابن اثیر ج ۲ صـ ۲۹۲)

اس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا۔

میرے پاس مسلمانوں کے بیت المال سے ایک غلام دو اونٹنیاں اور ایک پرانی چادر ہے جسے میرے بعد عمر کے پاس بھجوا دینا پھر اگر کوئی اور چیز ملے تو اسے بھی بھجوا دینا۔

مرض الموت میں ان کو اس وظیفہ کا خیال آیا جو انہوں نے عہد خلافت میں لیا تھا تو انہوں نے اپنے ورثاء سے کہا میں نے دوران خلافت بیت المال سے جو وظیفہ لیا تھا اسے میری فلاں زمین بیچ کر بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ کفن کے بارے میں فرمایا جو کپڑے میرے بدن پر ہیں انہیں کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا حضرت عائشہ نے کہا یہ تو پرانے کپڑے ہیں۔ فرمایا۔ زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ میرے لئے یہی کافی ہے (طبری ج ۲ صـ ۲۱۳)

اپنی بیوی اسماء بنت عمیس کو غسل دینے کی اور پہلوئے رسول میں دفن

کرنے کی وصیت کی۔ وصیتوں اور ہدایتوں سے فارغ ہوئے تو نزع کی کیفیت طاری ہوگئی ایک ہچکی کے ساتھ ۲۲ رجمادی الاٰخری ۱۳ھ بروز دوشنبہ مغرب وعشاء کے درمیان خلیفۂ رسول نے ۶۳ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

وصیت کے مطابق شب ہی میں تجہیز و تکفین عمل میں آئی حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی اور جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔

نظامِ خلافت

بیعت خلافت کے بعد کسی نے صدیق اکبر کو یاخلیفۃ اللہ کہہ کر پکارا تو آپ نے اس کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا میں خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفۂ رسول اللہ ہوں اس فقرہ سے حکومت کا وہ تصور عیاں ہوتا ہے جس کی بنیادیں قرآن وسنت پر قائم ہیں خلیفۂ رسول اللہ سے کسی بڑائی کا اظہار مقصود نہ تھا بلکہ یہ بتانا تھا کہ وہ اللہ کے مقررہ حدود میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی قیادت اور امور سلطنت کی انجام دہی میں رسول اللہ کے جانشین ہیں ابوبکر نے رسول اللہ کے بعد مسلمانوں کی سربراہی کا کام مسلمانوں کے عام انتخاب اور رضامندی سے اپنے ذمہ لیا تھا اور انہوں نے لوگوں کو وہی حکم دئیے جو اللہ کی نازل کردہ اور رسول اللہ کی پیش کردہ تعلیمات کے مطابق تھے۔ احکام الٰہی اور فرمودات رسول کے خلاف انہوں نے کوئی حکم نہ صادر کیا اور نہ ہی خلاف قرآن وسنت احکام کی تعمیل کا لوگوں کو مکلف بنایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پہلے خطبہ خلافت میں فرمایا تھا۔

"میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ کے احکام کی اطاعت کروں لیکن اگر میں اس کے احکام کی نافرمانی کروں تو

تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔"

کتاب اللہ مسلمانوں کا دستور دین اور ضابطۂ حیات ہے اسی کے احکام حجت ہیں حاکم کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ کتاب اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے اور اس کے مقررہ حدود کے اندر رہ کر حکومت وسلطنت کے امور انجام دے۔

ابوبکر صدیق کا محور عمل قرآن وسنت ہی رہے ان کی حکومت شخصی نہ تھی ان کا ہر اہم فیصلہ مجلس شوریٰ کے مشوروں پر منحصر ہوتا ان کے نزدیک خلافت ایک امانت تھی جو قوم کی جانب سے انہیں سپرد کی گئی تھی۔ انہوں نے اس امانت کا حق جس طرح ادا کیا اور ایام خلافت میں جس بے نفسی و پرہیز گاری کا ثبوت دیا اسے آج کی دنیا ناممکن العمل سمجھتی ہے۔ اسلام میں حکومت کا بنیادی مقصد اعلائے کلمۂ حق، اشاعت اسلام اور تحفظ دین وشریعت ہے۔ ابوبکر صدیق کی پوری خلافت اس کا مظہر اتم تھی۔

صدیق اکبر نے اسلامی نظام حکومت کی بنیادیں استوار کر کے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لئے ان بنیادوں پر ایک مستحکم عمارت تعمیر کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق نے صرف سوا دو سال کی قلیل مدت خلافت میں جو عظیم ملکی وسیاسی کارنامے انجام دئے اس کی مثال نہیں ملتی آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں نظام خلافت کے جو روشن و درخشاں آئینی و دستوری نقوش چھوڑے انہیں پر آئندہ اسلامی خلافت وحکومت کا عالی شان قصر تعمیر کیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اسلام اور مسلمانوں کے لئے بڑا صبر آزما وقت تھا پورے جزیرہ نمائے عرب میں فتنہ وفساد کا طوفان کھڑا ہو چکا تھا۔ عرب کی تمام شورشوں کا ہدف مسلمان تھے۔

انکار زکوٰۃ، ارتداد، نقلی نبیوں کا خروج یہ سب واقعات بیک وقت خلیفۂ رسول کے لئے چیلنج تھے ان تمام صبر آزما لمحات میں آپ نے پورے استقلال فراست اور کامل تدبر سے تمام فتنوں کا سدِ باب کر کے دوبارہ پوری سرزمین عرب کو دائرۂ اسلام میں لاکر متحد و متفق کر لیا۔ اور تمام عرب قبائل کو اسلامی وحدت کے شیرازہ میں منسلک کر کے ایک ناقابلِ تسخیر قوت بنا دیا۔

اندرونی فتنوں کے علاوہ بیرونی خطرات بھی کچھ کم نہ تھے دنیا کی دو عظیم حکومتوں سے نبرد آزما ہونے کا سخت ترین مرحلہ تھا۔ آپ نے بڑی جرات اور فراست کے ساتھ عراق و شام کی مہموں پر اسلامی لشکر بھیجے اور عظیم اسلامی فتوحات کا آغاز اس طرح ہوا کہ عراق کا بیشتر حصہ اسلامی حکومت کے زیر نگیں آگیا اور شام کے کچھ علاقے بھی فتح کر لئے گئے۔

حضرت ابو بکر ملکی و دینی معاملات و مسائل میں اکابر صحابہ سے ہمیشہ مشورہ کرتے اور اس کام کے لئے آپ حضرت عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان بن عوف زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابی بن کعب کو مدینہ سے باہر نہ بھیجتے تھے تاکہ ملکی و دینی امور میں ان کے مفید مشوروں سے کام کریں۔

ملکی انتظام و انصرام

حضرت ابو بکر کی حکومت کا دائرہ عرب اور بیرون عرب کے بعض علاقوں تک پھیلا ہوا تھا چنانچہ ملکی نظم و نسق کو چست کرنے، رعایا کی خوش حالی، امن و سلامتی کے خیال سے آج کل کے ترقی یافتہ نظام حکمرانی کی طرح پوری حکومت کو متعدد صوبوں اور ضلعوں پر بانٹ دیا تھا اور وہاں کے لئے علٰحدہ علٰحدہ عمال مقرر کر دئے تھے۔ عہدوں کی تقسیم میں حضرت ابو بکر نے عہدِ نبوت کے عاملوں کو ترجیح دی۔ عمال، قضاۃ، اور امیروں کے تقرر میں بڑی احتیاط سے کام لیتے اپنے قرابت داروں کو کبھی منتخب نہ کرتے عمال کو آزماتے اور ان کے مرتبہ کے لحاظ سے ان کی دل جوئی کرتے آپ عہدہ داروں کے تقرر کے وقت

ان کو مفید ہدایتیں فرماتے اور ان کے طرزِ عمل سے ہمیشہ باخبر ہونے کی کوشش کرتے۔

عہدِ صدیقی کے صوبہ جات و اضلاع اور ان کے سربراہوں کا نقشہ

مکہ	عتاب بن اسید	طائف	عثمان بن ابی العاص
صنعاء	مہاجر بن ابی امیہ	حضرموت	زیاد بن لبید انصاری
خولان	یعلی بن منبہ	زبید و زمع	ابو موسیٰ اشعری
جند	معاذ بن جبل	جرش	عبداللہ بن ثور
نجران	جریر بن عبداللہ		
دومۃ الجندل	عیاض بن غنم		
عراق	مثنیٰ بن حارثہ		

ابن خلدون ج ۲ صـ ۳۰۴

ہدایات :- آپ جب بھی کسی کو کوئی عہدہ اور ذمہ داری سونپتے تو اسے تقویٰ، دیانت اور راست بازی کی تلقین فرماتے عہدہ سے متعلق تمام فرائض بیان کرتے اور اس سے ان کی انجام دہی کا عہد لیتے۔ حضرت اسامہ کو شام کی مہم پر بھیجتے وقت جو دس زریں ہدایتیں کیں اور پھر شام کی دوسری مہم پر متعدد لشکر بھیجتے وقت ان کے امیروں کو جو ہدایات دیں۔ وہ اختصار کے ساتھ اوپر گزر چکی ہیں۔ یہاں ولید بن عقبہ کو قبیلۂ خزاعہ پر محصل صدقات بنا کر بھیجتے ہوئے جو ہدایات دیں وہ ذیل میں درج ہیں۔

"باطن و ظاہر میں اللہ سے ڈرو کیوں کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اسے رزق دیتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کا اجر بڑھاتا ہے۔ بے شبہ اللہ

ے ڈرنا بندگانِ خدا کی آپس میں بہترین نصیحت ہے تم اللہ کے ایسے راستے میں ہو جس میں افراط و تفریط اور مداہنت کی گنجائش نہیں ہے جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت کا راز مضمر ہے پس تم سستی اور کاہلی مت اختیار کرو۔" (طبری جلد ۲ صفحہ ۵۲۸)

امرائے عمال کو ہدایات دینے کے بعد ان کے افعال و اعمال پر کڑی نظر رکھتے ان کے بارے میں دوسروں سے معلومات فراہم کرتے ان کی لغزشوں، خطاؤں اور لاپرواہیوں پر سخت تنبیہ کرتے۔ چناں چہ مہاجر بن امیہ نے مسلمانوں کو سب و شتم کرنے والی ایک عورت کے دانت اکھڑوا دئے جب صدیق اکبر کو خبر ہوئی تو فوراً بذریعہ خط سرزنش کی ان کے عمل کو صریح ظلم قرار دیا اور کہا کہ یہ تمہارا پہلا جرم ہے اس لئے معاف کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا۔ (طبری ج ۲ صفحہ ۵۵۰)

بحالئ امن وامان

حدود سلطنت میں امن وامان کی بحالی کی ہمیشہ فکر رہتی۔ شاہراہوں کو مامون و محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے جو لوگ شہروں اور شاہراہوں کے امن و امان کو غارت کرتے انہیں گرفتار کراکے سخت سے سخت سزائیں دیتے تاکہ آئندہ کوئی امن و امان میں خلل انداز نہ ہو۔

شعبۂ قضاء:۔ عہد صدیقی میں دربار خلافت سے جو فرامین اور ہدایات امراء عمال کو جاری ہوتیں یا جو عہد نامے اور وثیقے تحریر کئے جاتے ان کی کتابت کے فرائض حضرت عثمان اور زید بن ثابت انجام دیتے۔

شعبۂ مالیات

عہدِ رسالت میں کوئی بیت المال قائم نہ تھا صدقات و زکوٰۃ اور عشر و خراج کی جو رقم یا جنس آتی مستحقین میں تقسیم کردی جاتی۔ خلیفۂ اول کو ابتدائی ایام خلافت میں شورشوں کی وجہ سے بیت المال کے قیام کا موقع نہ ملا اس سلسلے میں عہدِ رسالت ہی کا طریقہ قائم رہا۔ سکون کا زمانہ آیا تو بیت المال کی عمارت تعمیر ہوئی اور حضرت ابو عبیدہ

بن الجراح کو افسر مال مقرر کیا گیا لیکن اس عمارت میں مال جمع کرنے کا موقع نہ ملا حکومت کی آمدنی سے عمال کی تنخواہیں غرباء و مساکین کے وظائف لشکر کے لئے ہتھیار اور باربردار جانوروں کی فراہمی کا کام انجام پاتا۔ ملی و اجتماعی ضروریات پوری کرنے کے بعد جو رقم بچ جاتی خلیفۂ اوّل اسے مسلمانوں میں تقسیم کردیتے تھے اس طرح بیت المال میں رکھنے کو کچھ نہ بچتا۔

فوجی نظام

حضرت ابوبکر کے عہد میں فوج کی بھرتی، تربیت کا کوئی باقاعدہ صیغہ قائم نہ تھا وقت ضرورت مجاہدین اسلام دعوت جہاد پر مجتمع ہوجاتے اور ان کو سپہ سالاروں کی قیادت میں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے مختلف مقامات پر بھیج دیا جاتا تھا مگر آخری دورِ خلافت میں جب روم کی عظیم جنگی قوت سے مسلمانوں کا سامنا ہوا تو فوج کے علٰحدہ علٰحدہ دستوں کے امیر الگ الگ مقرر کئے گئے اور ان کے باہمی نظم کے لئے حضرت خالد بن ولید کو عراق کی مہم سے شام طلب کرکے سارے فوجی دستوں کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا جن کی قیادت میں یرموک کا عظیم معرکہ سر ہوا۔ جہاد میں شریک ہونے والے مجاہدین کی کوئی تنخواہ نہیں تھی مالِ غنیمت کا ۴/۵ حصہ ان پر تقسیم کردیا جاتا۔

خلیفۂ اول نے مدینہ سے قریب ایک فوجی چھاؤنی قائم کی مجاہدین اسلام فوجی مہموں میں جانے سے قبل یہیں جمع ہوتے خلیفۂ اوّل فوجی مراکز کے معائنہ کے لئے خود جاتے، جوشِ جہاد پیدا کرتے اخلاق و کردار کی بلندی و پاکیزگی کے لئے موثر نصیحتیں فرماتے۔

ذمی رعایا کے حقوق

عہد رسالت میں جن غیر مسلموں کو اسلامی حدود سلطنت میں پناہ دی گئی تھی اور ان کے حقوق متعین کردئے گئے تھے حضرت ابوبکر نے اپنے عہد میں ان کو برقرار رکھا خود ان کے زمانے میں جو ریاستیں فتح ہوئیں وہاں کے غیر مسلم ذمیوں کے

ساتھ آپ کا برتاؤ منصفانہ تھا۔ حیرہ کے نصرانیوں اور غیر مسلموں کے لئے جو عہد نامہ مرتب کیا گیا اس کے الفاظ یہ تھے۔

ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہوں۔ ناقوس اور گھنٹے بجانے کی ممانعت نہ ہوگی تیوہاروں کے موقع پر صلیب لگانے سے روکے نہ جائیں گے۔

(کتاب الخراج ص ۱۴۳)

جزیہ کا ٹیکس صرف ان لوگوں پر رکھا گیا جو اس کے ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے جزیہ کی رقم دس درہم فی کس سالانہ کے حساب سے مقرر کی گئی۔ بوڑھے، اپاہج، نادار ذمیوں پر جزیہ نہ تھا بلکہ ان کے مصارف کا بوجھ سرکاری خزانہ پر تھا۔

دینی و علمی خدمات

اسلام میں خلافت و حکومت کے قیام کا بنیادی مقصد دین کی تبلیغ اسلامی قوانین کا نفاذ لوگوں کے غیر صالح افکار و اعمال کی اصلاح اور قرآن و سنت کے فرمودات کے سانچے میں مسلمانوں کو ڈھالنا، صلاح و تقویٰ کی ترغیب دینا۔ غیر قوموں تک دین حق کی دعوت پہونچانا انہیں اسلام کی اخلاقی و روحانی تعلیمات سے روشناس کرکے حلقہ بگوش اسلام کرنا ہے۔

حضرت ابوبکر نے جس دن اسلام قبول کیا دین حق کی اشاعت اور اسلام کے استحکام کے لئے اپنی ذات کو وقف کر دیا۔ آپ ہی کی دعوت پر قریش کے بعض اہم لوگوں نے اسلام قبول کیا جب آپ مسند آرائے خلافت ہوئے تو دین کی اشاعت و استحکام کا احساس اور بھی زیادہ بڑھ گیا چنانچہ فتنۂ ارتداد کا انسداد

مانعین زکوٰۃ کا تدارک اپنا فرض سمجھا اور حالات کی نزاکت و ناساعدت کے باوجود تمام امور پر ان کاموں کو مقدم رکھا آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے مانعین زکوٰۃ راہ راست پر آ گئے۔ مرتدین کی اکثریت تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئی اسی طرح آپ نے جب بھی کسی لشکر کو دشمن کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ یہ نصیحت کی کہ دشمن کے سامنے سب سے پہلے اسلام پیش کیا جائے۔

عہدِ صدیقی کی فتوحات میں جہاں اسلامی ریاست کی توسیع ہوئی وہیں حضرت خالد بن ولید کی دعوت پر عراق عرب کے اکثر عربی قبائل نے اسلام قبول کر لیا حیرہ کے عیسائی راہب پر اسلام کی حقانیت واضح ہوئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ مدعی نبوت طلیحہ مشرف باسلام ہو گیا۔ مثنیٰ ابن حارثہ کی مساعیٔ جمیلہ سے بنی وائل کے تمام مشرک اور نصرانی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

جمع و تدوینِ قرآن

قرآن حکیم کی تدوین حضرت ابوبکر کا عظیم دینی کارنامہ ہے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا قرآنِ کریم ۲۳ سال میں نازل ہوا سب سے پہلے سورۂ علق کی ابتدائی آیات اقرا باسمك ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ غارِ حرا میں نازل ہوئیں اور آخری آیت واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون۔ نازل ہوئی۔

کتب احادیث و سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی سورہ آیت یا حکم نازل ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی صحابہ کو حکم دیتے کہ اسے فلاں سورہ میں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے کبھی کبھی بیک وقت مختلف سورتوں سے متعلق آیات نازل ہوتیں تو آں حضور ان آیات کو ان سورتوں کے ذیل میں لکھواتے تھے اس طرح نزولِ قرآن کے ساتھ آپ کے حکم سے آیات و سور کی تدوین بھی ہوتی جاتی تھی اور سورتوں کے نام بھی متعین

ہو چکے تھے۔ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ تمام آیات قرآنیہ رسول اللہ کی زندگی میں سورتوں کے ذیل میں مرتب ہو چکی تھیں بعض صحابہ نے اپنے تئیں پورا قرآن لکھ لیا تھا جن میں ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید مشہور ہیں اور بے شمار صحابہ کے پاس قرآن کی متفرق سورتوں کے نوشتے بھی تھے۔ ان نوشتوں کے علاوہ عہدِ رسالت میں پورے قرآن کے حفاظ بھی بہ کثرت موجود تھے، حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا قرآن پڑھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے پاس بھی پورا قرآن موجود تھا وہ کہتے ہیں۔

"میں نے قرآن جمع کیا تھا اور اس کو ایک رات میں پورا پڑھ لیا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ایک مہینہ میں ختم کیا کرو میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے تو فرمایا بیس دن میں پڑھا کرو میں نے عرض کیا اس سے زیادہ کی استطاعت ہے فرمایا پندرہ دن میں پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا اس سے زیادہ پڑھ سکتا ہوں فرمایا دس دن میں۔ میں نے عرض کیا اس سے زیادہ کی قوت ہے فرمایا تو سات دن میں پڑھا کرو اس سے زیادہ نہیں۔"

(ابو داؤد کتاب الصوم فی کم یقرء القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں قرآن حکیم کو ایک ہی صحیفہ کے اندر بصورت کتاب نقل نہیں کرایا تھا بلکہ وہ چمڑوں، پتھروں، کھجور کی پتیوں، ہڈیوں پر منقش اور غیر مرتب تھا۔

عہدِ رسالت کے بعد جب مسلسل جنگوں کا سلسلہ قائم ہوا اور معرکۂ جہاد میں حفاظ صحابہ شہید ہونے لگے بالخصوص جنگِ یمامہ کے بارہ سو شہداء میں ستر حفاظ قرآن بھی تھے۔ بکثرت حفاظ کی شہادت عالمِ اسلام کا زبردست

المیہ تھی۔ جنگوں کا لامتناہی سلسلہ ابھی جاری تھا اور باقی ماندہ حفاظ قرآن کی شہادت کا اندیشہ حضرت فاروق اعظم کو اضطراب وکرب میں مبتلا کئے ہوئے تھا کئی دن غور وفکر کے بعد انہوں نے خلیفۂ رسول کو تدوین قرآن کا مشورہ دیا۔

یمامہ کی جنگ میں حفاظ کی بھاری تعداد نے جام شہادت نوش کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ دوسری جنگوں میں بھی حفاظ کی اکثریت شہید ہو جائے گی اور اس طرح قرآن کریم کا بیشتر حصہ ضائع ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم جمع کرانے کا حکم دیں کہ وہ فتنے سے محفوظ رہے"۔

حضرت ابوبکر نے اس اہم دینی ضرورت کے بارے میں کچھ نہ سوچا تھا اس لئے جواب دیا۔

میں وہ کام کیوں کر کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ نے نہیں کیا"۔

دونوں بزرگ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے رہے بالآخر حضرت صدیق اکبر حضرت عمر کی رائے سے متفق ہو گئے اور انہوں نے زید بن ثابت انصاری (جنہیں کتابت وحی کا شرف حاصل تھا وہ حافظ قرآن بھی تھے) کو تدوین قرآن کی ذمہ داری سونپتے ہوئے فرمایا۔

"تم نوجوان اور عقلمند آدمی ہو ہم تم پر کسی طرح کی تہمت نہیں لگا سکتے نیز تم رسول اللہ کے زمانہ میں وحی کی کتابت کیا کرتے تھے لہٰذا پورے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے میں لگ جاؤ۔

حضرت زید بن ثابت کا قول ہے۔

خدا کی قسم اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کی زحمت دیتے تو مجھ پر اس طرح گراں نہ گزرتا جتنا جمع قرآن کی اس ذمہ داری کا بار گراں ہے جس کا انہوں نے حکم دیا۔

زید بن ثابت نے ابوبکر صدیق وعمر سے کہا۔

آپ دونوں کس طرح وہ کام کرنا چاہتے ہیں جسے رسول اللہ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا بخدا یہی بہتر ہے حضرت ابوبکر کی گفتگو سے زید بن ثابت جمع قرآن پر راضی ہو گئے ان کا قول ہے۔

اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کے لئے اس نے ابوبکر و عمر کے سینے کو کھول دیا تھا چنانچہ میں قرآن کو چمڑے، لکڑی، چھالوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا۔ البتہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ مکتوبہ شکل میں مجھے صرف ابو خزیمہ انصاری کے پاس سے ملا ان کے علاوہ کسی اور کے پاس وہ مجھے نہ ملا یعنی لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم پس یہ صحیفے ابوبکر کے پاس ان کی وفات تک رہے پھر عمر کے پاس ان کی وفات تک اور پھر حفصہ بنت عمر کے پاس رہے (تاریخ افکار وعلوم اسلامی ج ا ۱۳۴)

حضرت ابوخزیمہ انصاری وہ برگزیدہ صحابی تھے جن کی اکیلی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ حضرت زید بن ثابت نے پوری حزم و احتیاط اور دینی و علمی دیانت وثقاہت کے ساتھ عہد رسالت کے چرمی پارچوں، پتھر کی تختیوں، چھالوں، ہڈیوں پر لکھی ہوئی آیات وسور نیز دیگر صحابہ کے نوشتوں اور حفاظ قرآن کی یادداشتوں کی مدد سے پورا قرآن مدون فرمایا اس طرح حفاظ وقرار کی شہادت و رحلت سے قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ جاتا رہا۔

فضائل و مناقب

قرآن حکیم کی یہ آیات صدیق اکبر کے بارے میں نازل ہوئیں۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ (سورۂ توبہ)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے اس قول میں دو میں سے دوسرا اور صاحب سے مراد صدیق اکبر ہی ہیں۔ علمائے سیر و تفسیر اس بات پر متفق ہیں کہ اثنائے ہجرت غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر ہی تھے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو خرید کر آزاد کیا تو کفار و مشرکین نے کہا ابوبکر پر بلال کا کوئی احسان ضرور ہوگا اس لئے اس نے اسے آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ۔ (لیل)

اس پر کسی کا احسان نہ تھا کہ بدلہ چکا رہا ہو یہ فعل تو بس رضائے الٰہی کے لئے ہے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔

فانزل اللہ سکینتہ علیہ (توبہ)

اللہ نے اس پر طمانیت نازل فرمادی۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ طمانیت ابوبکر پر نازل کی کیوں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ہمیشہ طمانیت رہتی تھی۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا۔ (نساء)	اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ نبیوں، صدیقوں اور شہداء وصالحین جن پر اللہ نے انعام کیا ہے ان کے ساتھ ہوں گے اور کیا خوب ہوں گے یہ سب لوگ ایک دوسرے کے رفیق اور ساتھی۔

مقام صدیقی پر فائز ہونے والی ذاتِ گرامی حضرت ابوبکر ہی کی ہے سرکار نے یہ لقب خود مرحمت فرمایا۔

دعوالی صاحبی فانکم قلتم لی کذبت وقال لی صدقت (استیعاب ج ۳ ص ۹۶۶)	میرے دوست کو میرے ساتھ چھوڑ دو اس لئے کہ تم نے مجھے جھٹلایا اور اس نے میری تصدیق کی۔

سرکار نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض ”تم غار میں میرے ساتھ رہے اور حوض پر میرے ساتھی رہو گے“
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۵۵)

حضرت ابوبکر محرم بارگاہ نبوت تھے آپ کو رسول اکرم کی مصاحبت کا جو فخر حاصل ہوا وہ کسی اور کے نصیب میں نہ آیا آغازِ اسلام سے رحلت رسول تک سفر و حضر میں رفاقت کا شرف حاصل رہا۔ اہم دینی مسائل میں ہادیٔ اعظم کے مشیر رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ آپ کی اصابت رائے پر اعتماد کرتے آپ کے مشوروں کا احترام کرتے اور سب سے زیادہ لوگوں میں آپ سے محبت فرماتے حضرت عمرو بن عاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

ای الناس احب الیك قال	یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ

عائشۃ قلت من الرجال قال ابوھا۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۵۵)

محبوب آپ کے نزدیک کون ہے فرمایا عائشہ میں نے کہا مردوں میں فرمایا اس کے باپ ابوبکر۔

ان من امن الناس علی فی صحبتہا ومالہ ابوبکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ

ابوبکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت ومحبت افضل ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۵۴ ترمذی ابواب المناقب)

علم وفضل

حضرت ابوبکر علم وفضل کے مہر درخشاں تھے ایام جاہلیت میں آپ نے شرفاء مکہ کے اندر مروجہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی تھی فطرتاً طباع صائب الرآئے، ذکی وفہیم تھے۔ مروجہ فنون علم الانساب، شاعری، تقریر خطابت کا ملکہ رکھتے تھے۔

علم الانساب میں حضرت ابوبکر کافی مہارت رکھتے تھے عرب قبائل ان کے اجداد اور مشاہیر عرب کی نسلوں سے واقف تھے حضرت علی فرماتے ہیں۔

وکان ابوبکر مقدما فی کل خیر وکان رجلا نسابۃ۔

حضرت ابوبکر اچھے کام میں آگے آگے رہتے تھے اور علم الانساب میں کافی ماہر تھے۔

(العقد الفرید ج ۳ ص۲۷۴)

جبیر بن مطعم جو علم الانساب میں امتیازی شان رکھتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے یہ فن حضرت ابوبکر سے سیکھا ہے۔

(سیرت ابن ہشام باب سیاقۃ النسب من ولد اسمٰعیل)

نسب دانی میں کمال کے ساتھ ایام العرب سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے وہ بین القبائل عربی جنگوں کے حالات و واقعات کے بہت بڑے عالم تھے۔

○ عہد جاہلی میں عربوں کے لئے شعروسخن کا ملکہ رکھنا باعثِ افتخار تھا اس لئے یہ ذوق عربوں کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر بھی موزوں طبع تھے ذوقِ سلیم کی رہنمائی میں حسب موقع بہترین اشعار کہا کرتے تھے۔

○ اہلِ عرب شاعری کی طرح خطابت و بیان کے بھی ماہر ہوا کرتے تھے حضرت ابوبکر میں بھی تقریر و خطابت کا بے پناہ ملکہ موجود تھا عہدِ خلافت کے خطبات اس کی درخشاں مثالیں ہیں۔

○ حضرت ابوبکر کی تقریر کا ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اُتر جاتا تھا وہ نازک سے نازک ماحول میں ابتری و انتشار کی حالت میں بھی اپنے چند موثر جملوں سے انقلاب پیدا کر دیا کرتے تھے۔

○ حضرت ابوبکر فنِ کتابت میں بھی کمال رکھتے تھے آپ ان چند کاتبوں میں تھے جو اسلام سے قبل مکہ میں موجود تھے عربوں میں یہ وصف بھی باعثِ امتیاز ہوا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر کو کتابت وحی کا بھی شرف حاصل ہے۔

○ خواب کی تعبیر میں بھی دست گاہ رکھتے تھے صحابہ کرام آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا معبّر سمجھتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے پہلے خواب میں تین چاند اپنے حجرے میں اترتے ہوئے دیکھے انہوں نے والدِ بزرگوار سے تذکرہ کیا تو آپ خاموش رہے۔ جب حضور کے جسدِ انور کے لئے بعد رحلت حجرۂ عائشہ مدفن بنا تو کہا حجرے کا پہلا اور سب سے بہتر چاند ہے۔ (موطا امام مالک صفحہ ۱۸۰)

علوم عرب کے ساتھ علوم دینیہ میں بھی آپ کو امتیاز حاصل تھا چونکہ

آپ کو آغاز بعثت سے لے کر سرکار کے پردہ فرمانے تک سفر، حضر، خلوت جلوت، رزم، بزم میں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت کا شرف حاصل رہا۔ آپ کا سینہ علوم نبوت کا گنجینہ بن گیا تھا۔ پیغمبرانہ علوم ان کے نفس میں منطبع ہو گئے تھے۔ قرآن و حدیث، فقہ و اجتہاد میں آپ کا پایہ اس قدر بلند تھا کہ صحابہ کرام آپ کی نسبت کہا کرتے تھے۔ ھو اعلمنا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص۳۰)

قرآن اسلامی علوم میں اولیت علوم قرآن کو حاصل ہے آپ حافظ قرآن اور کاتب وحی ہونے کے ساتھ تفسیر قرآن میں کمال تام رکھتے تھے آیات قرآن کے مفہوم و مطالب اور ان کی اصل روح کا کامل درک رکھتے تھے اس سلسلے میں آپ کا ذہن ان قرآنی نکات و رموز تک پہونچ جاتا جہاں تک دوسروں کی رسائی نہ ہوتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت مسلمانوں کے اندر کہرام برپا تھا لوگوں کی ذہنی کیفیت عجیب تھی لوگوں کو اس حقیقت کا یقین نہیں آرہا تھا کہ پیغمبر بھی دار فانی سے رحلت کر سکتے ہیں اس موقع پر جب حضرت ابوبکر نے یہ آیت کریمہ وما محمد الا رسول قد خلت الخ پڑھی تو لوگوں کی نگاہوں سے غفلت کا حجاب اٹھ گیا۔ حضرت عمر کو یہ محسوس ہوا کہ گویا انہوں نے اس سے قبل یہ آیت سنی ہی نہ تھی حضرت ابوبکر خود مہبط وحی و الہام سے آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر دریافت فرمایا کرتے تھے۔

حدیث ابوبکر صدیق کو رفاقت رسول کا جو طویل عرصہ میسر آیا وہ کسی اور کے نصیب میں نہ آیا اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال اور تقریرات کا جتنا وافر علم آپ کو تھا وہ کسی اور کو نہ تھا۔ کتب احادیث میں آپ کی مرویات دوسرے بعض صحابہ کے مقابلہ میں بہت کم ہیں اس سے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے پاس حدیثوں کا

ذخیرہ کم تھا کتابوں میں قلت روایت کا بُنیادی سبب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے عہد میں زمانہ رسالت کے قرب کی وجہ سے روایت حدیث کا چلن عام نہ تھا اور خود حضرت ابو بکر حدیثوں کی بکثرت روایت کو اختلاط کے خوف سے ناپسند کرتے تھے۔

قرآن کی طرح حدیث کی روح سے واقف تھے درپیش اہم واقعاتُ حالات میں احادیث کریمہ سے استدلال کرتے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب جسدِ اطہر کی تدفین کا مسئلہ نزاعی صورت اختیار کرنے لگا تو آپ نے فرمایا۔

ما قبض اللہ نبیًا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔	اللہ کسی نبی کی روح اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں اس کو دفن ہونا محبوب ہوتا ہے۔

صدیق اکبر قرآن کے بعد سنت رسول اللہ کو حجت شرعی سمجھتے تھے اور اس کے مطابق فیصلے فرماتے چناں چہ آپ کے عہدِ خلافت میں ایک دادی نے پوتے کے مال متروکہ سے اپنے حق وراثت کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

ما اجد لك فی کتاب اللہ شیئًا وما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر لك شیئًا۔	میں کتاب اللہ میں ترے لئے کوئی حصہ نہیں پاتا ہوں اور مجھے یہ بھی علم نہیں کہ رسول اللہ نے (پوتے کی میراث) میں ترا حصہ بیان فرمایا ہے۔

پھر آپ نے لوگوں سے دادی کی میراث کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دریافت فرمائی حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطیھا السدس۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے دادی کو چھٹا حصّہ دیا

پھر آپ نے مغیرہ سے کہا ھل معك احد کیا تمہارے ساتھ کوئی اور

اس کا گواہ ہے؟ تو محمد بن مسلمہ نے مغیرہ بن شعبہ کے قول کی تائید کی اس پر حضرت ابوبکر نے حدیث رسول کے مطابق دادی کو پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ دلادیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳)

قبول روایت کے سلسلے میں حضرت ابوبکر کا طرز عمل احادیث میں رطب ویابس کی شمولیت سے لوگوں کو بچانے اور حدیث رسول کی روایت میں حزم و احتیاط کی غرض سے تھا تاکہ لوگوں کو ذخیرۂ حدیث میں جھوٹی باتیں شامل کرنے کا موقع نہ ملے۔

فقہ ● آپ فقہی واجتہادی بصیرت میں بھی درجۂ کمال رکھتے تھے دین و مذہب اور ملک وسیاست کے امور میں آپ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے اگر اس مسئلہ کا حل مل گیا تو اس پر عمل کرتے ورنہ سنّت رسول اللہ کی طرف مراجعت کرتے اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوتی تو مسلمانوں کو جمع کر کے دریافت کرتے کیا تم میں سے کسی کو اس سلسلہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل معلوم ہے اگر ایسا کوئی شخص مل جاتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر اس میں بھی ناکامی ہوتی تو منتخب اکابر اصحاب رسول کو جمع کر کے مشورہ لیتے اور جس بات پر سب کا اتفاق ہوتا اس کا حکم دیتے ــــ اس طرح فقہ اسلامی کے تین مآخذ کا پتہ چلتا ہے جو عہدِ صدیقی میں معمول بہا تھے ــــــ استنباط مسائل کے ان تینوں اصولوں کے نہ ہونے کی صورت میں اپنی ذاتی رائے اور اجتہاد سے کام لیا کرتے تھے اور جو بات حق معلوم ہوتی اس کا برملا اعلان فرمادیا کرتے تھے چنانچہ کلالہ کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو چوں کہ قرآن وسنّت میں اس کا مفہوم واضح نہیں تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں گا اگر ثواب ہوگا تو اللہ کی طرف سے ہوگا ورنہ شیطان کی طرف سے۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۳۶۵)

مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے کے معاملہ میں بھی آپ نے عام لوگوں کے برخلاف فیصلہ فرمایا اور زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا۔ کیوں کہ فرضیت واہمیت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جس طرح نماز کا منکر مرتد ہے اسی طرح زکوٰۃ کا منکر بھی مرتد ہے اس طرح مانعین زکوٰۃ سے قتال جائز قرار دیا۔

اخلاق وعادات

اسلام کا بنیادی مقصد اپنے ماننے والوں کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا کرنا ہے۔ ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مکارم اخلاق کے جامع تھے آپ نے ارشاد فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

حضرت ابوبکر جو زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب کی عام اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رہے۔ فطرتِ سلیم نے شراب نوشی، قمار بازی اور بُت پرستی کی خباثتوں سے آپ کو محفوظ رکھا جب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو اخلاقِ نبوی کا پیکر بن گئے۔

ورع وتقویٰ معدن صدیقی کا سب سے درخشاں گوہر ہے آپ صرف برائیوں سے ہی مجتنب نہ رہتے بلکہ برے لوگوں کے قرب اور ان کی گزرگاہوں سے گزرنے سے بھی بچا کرتے۔ حرام اشیاء کا استعمال تو کجا لاعلمی میں مشکوک چیزیں اگر کھا لیتے تو آپ کا معدہ اسے قبول نہ کرتا اور فوراً قے کر دیتے۔ آپ پر ہر آن خوفِ الٰہی طاری رہتا۔ دنیا طلبی اور جاہ پسندی سے دُور رہے لوگوں کے اصرار پر خلافت کا بارِ گراں صرف اس لئے اٹھا لیا تھا کہ امتِ مسلمہ تفریق وانتشار سے بچ جائے وہ اکثر فرمایا کرتے اگر کوئی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ بخوشی امر خلافت کو اسے تفویض کر دیں گے

دوسروں کو بھی تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور امارت سے دُور رہنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے ایک بار حضرت ابو رافع سے فرمایا۔

"خدا تم پر رحمت و برکت نازل فرمائے نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج ادا کرو۔ اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی امارت و سیادت نہ قبول کرو دنیا میں امیر کی زندگی بڑھ جاتی ہے نیز قیامت کے روز اس کا محاسبہ نہایت سخت ہوگا اور فردِ عمل زیادہ طویل ہوگی۔"

آپ انتہائی متواضع اور خاکسار تھے اپنے ذاتی کام کی انجام دہی میں عار نہ تھا اکثر بھیڑ بکریاں خود چراتے اور محلہ والوں کی بکریاں دوہ دیتے تھے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد بھی تواضع اور خاکساری قائم رہی اور لوگوں کے کام ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے رہے غریبوں اور مجبوروں کے کام بڑی مسرت کے ساتھ کر دیا کرتے۔

اسلام سے قبل حضرت ابو بکر صلہ رحمی، غریب پروری اور مہمان نوازی میں ممتاز تھے جب اسلام لائے تو اس وصف کو اور جلا ملی انہوں نے بے سہارا لوگوں کی مدد کو اپنا شیوہ بنا لیا اسلام کے ابتدائی دور میں آقاؤں کی ایذا رسانی سے تنگ آنے والے مسلمان غلاموں کو اپنی جانب سے خرید کر آزاد کیا۔ قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم پاس تھے یہ ساری رقم راہ خدا میں صرف کر دی اور جب بھی مال کی قربانی کا وقت آیا سب سے آگے بڑھ کر ایثار کا مظاہرہ کیا آپ کی فیاضی آخر عمر تک قائم رہی چناں چہ اپنے بعد مال متروکہ کا پانچواں حصہ فقراء و مساکین پر تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

عبادتِ الٰہی سے رغبت کا یہ عالم تھا کہ اکثر دن میں روزے رکھتے پوری پوری رات نوافل میں گزار دیتے۔ نمازوں میں خشوع کا یہ عالم ہوتا کہ وہ ایک خشک لکڑی کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے رقت کی وجہ سے رو

روتے، ہچکی بندھ جاتی۔ خوف قیامت اور عبرت پذیری کے لئے دنیا کی ہر شے ان کے لئے نقش عبرت تھی۔

حلم و بردباری، خاکساری اور تواضع کے ساتھ آپ کی زندگی حد درجہ سادہ تھی آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ تاہم غذا سادہ اور لباس موٹا جھوٹا ہوا کرتا تھا۔ جب خلافت کی ذمہ داریاں قبول کرلیں اور تمام اوقات مسلمانوں کے معاملات و مسائل کی تدبیر اور امور خلافت کی انجام دہی میں بسر ہونے لگے اور کسب معاش کا موقع نہ رہا تو اکابر صحابہ نے مشورہ کرکے آپ کے اخراجات کے لئے متوسط درجہ کا وظیفہ مقرر کردیا جو آپ کے اہل و عیال کے لئے کفایت کرتا پہننے کے لئے دو چادریں دی جاتیں سفر کے لئے سواری تھی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ سے فرمایا۔

"جب سے بارِ خلافت میرے سر پر آیا ہے میں نے معمولی غذا اور موٹے جھوٹے کپڑے پر قناعت کی ہے مسلمانوں کے مال سے میرے پاس ایک غلام ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا اور کچھ نہیں ہے میرے بعد یہ تمام چیزیں عمر بن خطاب کو واپس دے کر ان سے بری ہوجانا۔" (ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۹)

صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت علی نے آپ کی بلند پایہ شخصیت پر اپنے جن تاثرات کا اظہار فرمایا اس کا خلاصہ سیرت و اخلاق صدیقی کے سمجھنے میں معاون ہوگا۔

"اے ابوبکر! اللہ تم پر رحم کرے واللہ تم پہلے آدمی تھے جس نے رسول اللہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا ایمان و اخلاص میں تمہارا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ خلوص و محبت میں تم سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اخلاق، اخلاص، قربانی، ایثار اور بزرگی میں تمہارا کوئی ثانی نہ تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت تم نے کی اور رسول اللہ کی

رفاقت میں جس طرح ثابت قدم رہے اس کا بدلہ اللہ ہی دے گا تمہیں اللہ نے اپنی کتاب میں صدیق کے لقب سے سرفراز فرمایا واللہ تم اسلام کے حصن حصین تھے۔ کافروں کے لئے تمہارا وجود انتہائی اذیت ناک تھا تمہاری کوئی دلیل وزن سے خالی نہ ہوتی تھی تمہاری بصیرت اور فہم و فراست کمال کو پہونچی ہوئی تھی۔ تمہاری سرشت میں کمزوری کا ذرا سا بھی دخل نہ تھا۔ اگرچہ تم جسمانی لحاظ سے کمزور تھے لیکن دینی لحاظ سے جو قوت تمہیں حاصل تھی اس کا کوئی مقابل ہی نہیں ہو سکتا۔ تم دنیا والوں کی نگاہ میں واقعی ایک جلیل القدر انسان تھے خود غرضی، لالچ اور نفسانی خواہشات تمہارے پاس نہ پھٹکتی تھی ہر کمزور انسان تمہارے نزدیک اس وقت تک قوی تھا اور ہر قوی انسان اس وقت تک کمزور جب تک تم قوی سے کمزور کا حق لے کر اسے دلوا نہ دیتے۔" (ابو بکر صدیق صفحہ ۴۶)

عشق رسول

محبت رسول ایمان کا لازمی جز ہے سرکار کا ارشاد ہے لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیّ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ حضرت ابوبکر صدیق کا اصل سرمایہ فخر و ناز رسول خدا کے عشق کی دولت لازوال تھا حُبِّ رسول کا جذبہ دردبن کر آپ کی رگ رگ میں پیوست ہو چکا تھا۔ اسی عشق کے چشمے سے دوسرے کمالات پیدا ہوئے۔ اسی عشق کا کرشمہ تھا کہ رسول اکرم کی ظاہری زندگی میں ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی عشق رسول کا سوز روح کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے تن من دھن سب رضائے حبیب کے لئے قربان کر دیا۔ مکی زندگی میں سارے مسلمان کفار کے مظالم کا نشانہ بنے رہے ذات رسالت بھی مشرکین کے ناپاک عزائم کا ہدف بنی رہی اس نازک دور میں صدیق اکبر نے حرم کعبہ میں دعوتِ حق پیش کی اور کفار نے رسول اللہ اور آپ کے اصحاب کو

ٹوٹ کر حملہ کر دیا اور حضرت ابوبکر کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے لوگوں کا خیال تھا کہ ضرب شدید کے صدمہ سے بچ نہ سکیں گے۔ بے ہوشی کی حالت میں گھر لائے گئے۔ جب آنکھ کھولی تو فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ آپ کی والدہ ام الخیر نے لاعلمی ظاہر کی پھر ام جمیل نے آکر رسول اکرم کی خیریت بیان کی تو کچھ سکون ہوا جب ام الخیر نے کچھ کھانے کے لئے کہا تو قسم کھائی کہ جب تک حضور کی زیارت نہ کر لوں کچھ نہ کھاؤں گا تاہم اسی حال میں ام خیر اور ام جمیل کے سہارے اقامت گاہ رسول پر پہونچے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ کر بے ساختہ رونے لگے سرکار اور دوسرے حاضرین پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔

رسول اکرم کی رحلت کے بعد جب بھی سرکار کی یاد آتی آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتیں آپ کے نواسے حضرت عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ وفات رسول کے دوسرے سال آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے کہ سانحۂ رحلت رسول یاد آ گیا اور بلک بلک کر رونے لگے۔ بڑی مشکل سے خطبہ تمام کیا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۶)

طبری اور ابن اثیر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب رسول اکرم کی جدائی کا غم ہے جسے وہ برداشت نہ کر سکے وہ آتش غم سے پگھلتے رہے بالآخر اپنے حبیب سے جا ملے۔

حُبِّ اہلِ بیت

رسول اکرم کے ساتھ غیر معمولی عشق و ارادت کے سبب آنحضور کے اہل بیت سے بھی بے پناہ محبت رکھتے تھے اپنے متعلقین سے زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہیں کہ میں

اپنے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کروں۔"

باغ فدک کے قضیہ کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ سے رنجیدہ خاطر رہا کرتی تھیں جس کا آپ کو بہت قلق تھا چناں چہ خاتون جنت کے کاشانہ پہ حاضر ہوکر عفو خواہ ہوئے ان کا آئینہ دل صاف کر دیا۔

آپ رسول اکرم کے سارے متعلقین سے حد درجہ الفت و محبت کا برتاؤ کیا کرتے تھے چناں چہ ایک بار حضرت ابو بکر نماز عصر سے فارغ ہوکر مسجد سے نکل رہے تھے کہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نظر آگئے جو عام بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ نے جگر گوشۂ بتول کو فرطِ مسرت سے اٹھا کر کاندھے پر بٹھا لیا (بخاری ج ۱ ص۵۳)

رسول گرامی سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے ان کی ہر طرح سے خبر گیری کیا کرتے۔

حُلیہ:۔ صدیق اکبر کا رنگ سفید، قد موزوں اور دُبلا، کمر جھکی ہوئی چہرہ شگفتہ، آنکھیں روشن اور پیشانی کشادہ تھی۔ چہرے کی رگیں اُبھری ہوئی تھیں۔ داڑھی میں مہندی کا خضاب لگاتے بہترین اخلاق کے مالک نرم خو اور نرم دل تھے ہوش و خرد، عاقبت اندیشی بلندیٔ فکر و نظر میں یکتا تھے۔

ازواج واولاد

حضرت ابو بکر نے متعدد نکاح کئے جن بیویوں سے اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔

قتیلہ بنت عبد العزیٰ ان سے حضرت عبد اللہ اور اسماء پیدا ہوئے۔

ام رومان بنت عامر بن عمیرہ ان کے بطن سے حضرت عبد الرحمٰن اور حضرت عائشہ تولد ہوئے۔

اسماء بنت عمیس ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔

حبیبہ بنت خارجہ آپ سے حضرت ابو بکر کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اوّلیات

۱۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام آپ نے قبول کیا۔

۲۔ قرآن مجید کا نام سب سے پہلے آپ نے "مصحف" رکھا۔

۳۔ قرآن مجید کو سب سے پہلے آپ نے جمع کرایا۔

۴۔ سب سے پہلا شخص جس نے کفار قریش کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں جنگ لڑی۔

۵۔ اسلام میں سب سے پہلے جس نے مسجد بنائی وہ ابوبکر ہی ہیں۔

۶۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جس کو سب سے پہلے امارت حج کا شرف ملا۔

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرار آپ کو امام بنایا اور خود بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

۸۔ سب سے پہلے خلیفہ راشد ہیں اور سب سے پہلے خلیفہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔

۹۔ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کو باپ کی زندگی میں خلافت ملی۔

۱۰۔ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کا روزینہ رعایا نے مقرر کیا۔

۱۱۔ سب سے پہلے "بیت المال" آپ نے قائم کیا۔

۱۲۔ سب سے پہلے استنباط و اجتہاد کے اصول اربعہ آپ نے مقرر کئے۔

۱۳۔ سب سے پہلے دوزخ سے نجات کی بشارت آں حضور نے آپ کو دی اور عتیق کا لقب عطا فرمایا۔

۱۴۔ بارگاہِ نبوت سے لقب پانے والوں میں سب سے پہلے شخص ہیں۔

۱۵۔ سب سے پہلے آپ نے ہی فرمایا البلاء موکل بالمنطق۔